دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ • پھلواری شریف پٹنہ

جولائی - اگست - ستمبر 2025ء

ادارہ "المجیب" یوم ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پُرمسرت موقع پر عالم اسلام کو تہنیت وتبریک پیش کرتا ہے۔

ISSN 2320-8600

سہ ماہی مجلہ

المُجِیب

پھلواری شریف پٹنہ

زلف ساقی کی کشش سے رہے میخانہ مدام
ساقیا! مستیٔ خمخانہ مبارک باشد

مئے کشوں کا ہے ہجوم آپ کے صدقے ساقی
تجھ سے آبادیٔ ویرانہ مبارک باشد

تو سلامت رہے، جاری ترا فیضان رہے
یہ درو بام یہ کاشانہ مبارک باشد

—(آیتؔ)

مدیر
ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری

درگاہ حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ
پیر محمد مجیب اللہ قادری پھلواروی رضی اللہ عنہ

روضہ موئے مبارک
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف

یوم ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پرمسرت موقع پر ہماری طرف سے مبارکباد قبول فرمائیے

زیارت و عرس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عالم چہ شود ہم سر و ہمتائے محمد ۞ نور است ہمہ نور سراپائے محمد

حضرات! عظمت ومحبت رسول ﷺ، ایمان کی بنیاد ہے۔ خانقاہ مجیبیہ میں عشق و عظمت مصطفےٰ ﷺ کا سراج وہاج کئی صدیوں سے روشن ہے، نبی مکرم ﷺ کا عرس مبارک خانقاہ مجیبیہ کا سب سے مہتم بالشان اور بڑا عرس ہے۔ وہ ۱۲؍ربیع الاول کو پورے اہتمام واحترام کے ساتھ کئی صدیوں سے ہوتا چلا آرہا ہے۔ تقریبات عرس شریف نبوی کا ایک اہم حصہ موئے مبارک زلف نبوی کی زیارت ہے اور یہ غیر معمولی احترام وعظمت اور جذبۂ عشق ومحبت کے ساتھ کرائی جاتی ہے۔ اس عظیم الشان مجمع میں زیارت موئے مبارک کا منظر دلوں کو عقیدت ومحبت رسول ﷺ کے جذبوں سے معمور کردیتا ہے۔

اس ایمان افروز اور روح پرور تقریب عرس سے اگر آپ فیضیاب ہوکر اپنے قلب کو عشق مصطفےٰ سے روشن کرنا چاہتے ہیں تو پروگروام عرس شریف یاد رکھیں۔ یوم ولادت نبوی ﷺ کے مبارک ومسعود موقع یہ روح پرور تقریب مسلمانوں کے لئے حصول فیض وبرکت کا سبب ہے۔

عرس نبوی ﷺ کے خاص معمولات

- ★ ۱۱؍ربیع الاول (4 ستمبر) بوقت سحور 03:30 قل وفاتحہ حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور اس کے بعد مجلس سماع، پھر اپنے وقت پر نماز فجر باجماعت پورے اجتماعی نظم وضبط کے ساتھ۔ نماز کے بعد مجلس سماع 11 بجے دن تک۔
- ★ ۱۱؍ربیع الاول (4 ستمبر) بعد نماز مغرب آستانۂ سیدنا تاج العارفین رضی اللہ عنہ میں صاحب سجادہ کی حسب معمول قدیم حاضری و چادر پوشی بر مزار مبارک سیدنا حضرت تاج العارفین، دعائے خاص کا اہتمام، بعد نماز عشا عرس نبوی ومراسم عید میلاد النبی ﷺ کا آغاز، محفلِ نعت ومدح ومیلاد خوانی بعدۂ پورے اجتماعی ومہتم بالشان انداز میں بارگاہِ رسول ذو المنن ﷺ میں صلوٰۃ وسلام۔
- ★ ۱۲؍ربیع الاول (5 ستمبر) بوقت سحور 03:30 قل وفاتحہ حضور نبی کریم ﷺ، اس کے بعد مجلس سماع نماز فجر سے پہلے تک، پھر نماز فجر اپنے آداب وشرائط اور جماعت کے ساتھ۔ نماز کے بعد مجلس سماع 12 بجے دن تک، بعدۂ بڑا اور آخری قل وفاتحہ حضور سید عالم ﷺ۔
- ★ ۱۲؍ربیع الاول (5 ستمبر) کو نماز جمعہ 02:30 بعدۂ موئے مبارک نبی کریم ﷺ کی زیارت، تقریباً ڈیڑھ گھنٹے۔
- ★ آثار شریف کی زیارت ختم ہونے کے بعد نماز عصر اور بعد نماز مجلس سماع مغرب سے پہلے تک——(اختتامی مجلس)
- ★ ۱۲؍ربیع الاول (5 ستمبر) کی صبح کو 7 بجے سے 10 بجے تک خانقاہ کے زنانہ مکان میں مستورات کے لئے قدیم معمولات کے مطابق آثار شریف کی زیارت کا نظم کیا جاتا ہے۔

عرس وزیارت کی تمام تقریبات حضرت صاحب سجادۂ خانقاہ مدظلہ کی شرکت، نگرانی اور سرپرستی میں انجام پاتی ہیں۔
یہ معمولات ومراسم، بانی خانقاہ مجیبیہ حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ پیر محمد مجیب اللہ قادری قدس سرہٗ کے عہد پاک سے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل حق کا ترجمان اور امن وسلامتی کا پیامبر

سہ ماہی

المجیب

پھلواری شریف پٹنہ

دینی، علمی وادبی مجلہ

ماہ : صفر المظفر — ربیع الثانی ۱۴۴۷ھ

ماہ : جولائی — ستمبر ۲۰۲۵ء

مدیر : ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری

نائب مدیر : ظفر حسنین

جلد نمبر ۶۵ ✦ شمارہ نمبر ۳

زرتعاون

فی شمارہ	:	80/- روپے
سالانہ	:	320/- روپے
رجسٹری ڈاک	:	530/- روپے
بیرونی ممالک	:	25$/- امریکی ڈالر

مجلس ادارت

مولانا شاہ بدر احمد مجیبی

مولانا محمد منہاج الدین مجیبی

پروفیسر حافظ فضل کبریا صدیقی

پروفیسر سید محمد اسد علی خورشید

محمد فصیح الدین عاصم قادری زینبی

سرکولیشن منیجر : سید صہیب رضوی

مراسلت وترسیل زر کا پتہ

رابطہ : 9835654330 -91+

منیجر "المجیب" دار الاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ (بہار)

E-mail : almujeebquarterly@gmail.com, Website : http://khanquahmujeebia.org

Cell No. : +91-9942000618, 0612-3181835

فہرست مضامین

• لمعات	ظفر حسنین	۳

مضامین و مقالات

• سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ملفوظ فتوح الغیب: ایک مطالعہ	جناب حضور مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی	۵
• کتاب ”بہار میں اردو ادب کا ابتدائی زمانہ“ ایک تنقیدی جائزہ	مولانا شاہ بدر احمد مجیبی	۱۱
• یادگار خطوط	پروفیسر شاہ مقبول احمد	۲۵
• عرب کا تاریک معاشرہ اور ظہور نورِ محمدی ﷺ	مولانا محمد سجاد حسین قادری مجیبی	۳۵
• ملاقات اور ضیافت کے اسلامی آداب	مولانا نور الحق رحمانی	۵۷
• ماہ ربیع الاول اور حب رسول ﷺ کے تقاضے	مولانا عبدالخالق نعمانی	۶۳
• امیر شریعت مولانا نظام الدین صاحبؒ کا شاعرانہ تشخص	مولانا وارث ریاضی	۶۶
• احکام اسلامی	مولانا شاہ بدر احمد مجیبی	۸۲

ادبیات

• قند پارسی	حضرت مولانا حافظ شاہ شہاب الدین ثاقب قادریؒ	۸۴
• نعت شریف (ترجمہ منظوم)	مولانا سید محمد فصیح الدین عاصم قادری	۸۶
• نعت شریف	جناب حضور مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی	۸۸
• نعت شریف	پروفیسر سید محمد اسد علی خورشید	۸۹
• منقبت: بہ بارگاہ اغاثت مآب رضی اللہ عنہ	جناب حضور مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی	۹۰
• غزل	ڈاکٹر سید شاہ شمیم احمد گوہر مصباحی	۹۱
• غزل	مولانا وارث ریاضی	۹۲
• کوائف و حالات	ادارہ	۹۳

لمعات

• ظفر حسنین

ربیع الاول کا مبارک مہینہ آچکا ہے، اس مہینے کو حضرت محسن انسانیت صلی اللہ علیہ سلم کے ساتھ خصوصیت حاصل ہے۔آپ کی اس دنیا میں تشریف آوری اسی مہینے میں ہوئی، آپ کی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت بھی اسی مہینے میں ہوئی اور آپ کی رحلت بھی اسی مہینے میں ہوئی۔اس مہینے کی بارہ تاریخ کو ولادت نبویؐ ہونے کی وجہ سے اہل اسلام اس دن کو رحمت و برکت کا دن سمجھتے ہیں، اس مہینے میں کثرت سے سیرت کے جلسے اور درود پاک کی مجلسیں ہوتی ہیں۔سیرت کے واقعات بیان کئے جاتے ہیں، عوام الناس ذوق وشوق سے سنتے ہیں۔یہ سب امت کے اپنے نبی کریم ﷺ سے عشق ومحبت کی دلیلیں ہیں۔اپنے نبی ﷺ کے نام پر مرمٹنے کا جذبہ اس زوال کے دور میں بھی امت مسلمہ کے افراد کے دلوں میں قائم ہے۔اللہ تعالی اس کو باقی و دائم رکھے۔

حب نبوی ﷺ کی وجہ سے سیرت کے واقعات جاننے کی خواہش بہت بابرکت ہے، اس کے ساتھ ہم کو تعلیمات نبوی ﷺ کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی طرف بھی توجہ دینی چاہئے، قرآن کریم میں اللہ تعالی نے جو احکام دئے ہیں اور احادیث میں زندگی میں پیدائش سے لے کر وفات تک کے جو احکام دئے گئے ہیں ان پر عمل پیرا ہوں اور کوئی کام شریعت کے خلاف نہ کریں، محبت نبوی ﷺ کا تقاضا اتباع نبوی ﷺ ہے۔اللہ تعالی ہم کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

....

ہندوستان کے حالات سب کے سامنے ہیں، مہنگائی، بے روزگاری، لاقانونیت، غنڈا گردی، عوام پر ظلم وستم پر کوئی قدغن نہیں ہے۔حکومت اپنے سیاسی داؤں پیچ میں لگی ہوئی ہے۔سپریم کورٹ کی پابندی کے باوجود عوام کے مکانات بلڈوزر کے ذریعہ گرانے کا سلسلہ جاری ہے۔تازہ واقعہ فتح پور (یوپی) میں ایک مقبرہ پر سنگھیوں کے حملہ اور اس میں توڑ پھوڑ کرنے کا سامنے آیا ہے۔یوپی کی یوگی حکومت نے اب تک اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی ہے۔پورے ہندوستان کو ایک خاص دھرم سے متعلق کرنے کی پوری کوشش کی جارہی ہے۔ساون میں کانوڑیوں کو کھلی چھوٹ دے دی گئی اور انہوں نے راستوں میں اودھم مچایا، دکانوں، گاڑیوں اور اسکول بسوں کو نقصان پہنچایا۔ان کے جانے کے لئے شاہراہ عام کو عام لوگوں کے لئے بند کردیا گیا۔اس سے عوام الناس کو جو پریشانیاں اور تکلیفیں ہوئیں وہ بیان سے باہر ہیں، جس صوبے میں مسجد میں گنجائش نہ ہونے پر باہر راستے میں چند منٹ میں اپنی نماز پوری کرلینے پر پولیس نمازیوں پر کیس کرتی ہے اور ان کو گرفتار کرتی ہے اور کبھی دھکے مارتی ہے وہاں کانوڑیوں کے لئے یہ وی آئی پی اہتمام ہے اور

ایک سیکولر حکومت ان پر ہیلی کاپٹر سے پھول برسا رہی ہے۔

بہار میں انتخابات قریب ہیں، حکومت ہند و حکومت بہار کی پوری توانائیاں اس میں لگی ہوئی ہیں۔ برسر اقتدار پارٹی کو اندازہ ہو رہا ہے کہ عوام میں ان کی مخالف ہوتی جا رہی ہے۔ اس لئے انتخاب جیتنے کے لئے مختلف سازشیں کی جا رہی ہیں، اپوزیشن لیڈر نے الیکشن کمیشن پر سخت الزام لگایا ہے کہ وہ غیر جانبدار ہو کر کام نہیں کر رہا ہے بلکہ حکومت وقت کے ساتھ ملا ہوا ہے اور اس کے مفاد میں کام کر رہا ہے۔ اس کے ثبوت بھی پیش کر دئے ہیں۔ اس پر پورے ہندوستان میں الیکشن کمیشن کے خلاف ماحول بنا ہوا ہے۔ حکومت کو ووٹ چور کہا جا رہا ہے۔ اپوزیشن اس کے خلاف ریلیاں نکال رہی ہے۔ جن میں شریک ہو کر عوام کا سیلاب اس کی تائید و حمایت کر رہا ہے۔ الیکشن کمیشن سے اس الزام کا جواب نہیں بن پڑ رہا ہے، اور وہ بیک فٹ پر آ گئی ہے۔ اپوزیشن کا الزام یہی ہے کہ موجودہ حکومت کا اقتدار الیکشن کمیشن کی ان ہی سازشوں کا رہین منت ہے۔

....

فلسطین میں قاتل و ظالم اسرائیل کا ظلم و ستم جاری ہے، مسلسل بمباری سے ہر روز سو، پچاس بیکس و مظلوم افراد کی شہادت کی خبر آتی ہے، سامان خورد و نوش ان تک پہنچانے پر پابندی ہے، بھوک و پیاس اور دواؤں کے نہ ملنے سے بچے اور خواتین کافی تعداد میں موت کے منہ میں جا رہے ہیں۔ اقوام متحدہ برابر جنگ کو بند کرنے اور بیکس فلسطینیوں کی امداد کرنے کا مطالبہ کر رہا ہے، مگر امریکا اور یورپی حکومتوں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے۔ اب تک ساٹھ ہزار کے قریب فلسطینی عوام شہید ہو چکے ہیں، جن میں بچے اور خواتین کی تعداد کافی زیادہ ہے۔

اسرائیلی غاصب حکومت غزہ کی سرزمین میں جہاں یہ قتل و غارت گری جاری ہے بین الاقوامی صحافیوں کو جانے کی اجازت نہیں دے رہی ہے، تاکہ اس کے مظالم اور نسل کشی کی خبر عالمی میڈیا میں نہ آجائے، اب تک مقامی صحافیوں کی رپورٹ سے ہی دنیا کو اس کی اطلاع مل رہی ہے، اب تک دو سو سے زیادہ مقامی صحافی بھی اس ظلم و بربریت میں ہلاک ہو چکے ہیں۔ امریکی قانون سازوں نے بین الاقوامی صحافیوں کے غزہ میں داخلہ اور ان کی حفاظت کا اسرائیل سے مطالبہ کیا ہے۔

پورے غزہ کو فلسطینیوں سے خالی کرا کے اس پر مکمل قبضہ کرنے کا اسرائیلی پلان تیار ہے۔ امریکی صدر نے اس کی تائید و حمایت کی ہے۔ فلسطینیوں پر مظالم میں شریک ٹرمپ نہ صرف کھل کر اسرائیل کا ساتھ دے رہے ہیں بلکہ انہوں نے انتہائی بے شرمی اور ڈھٹائی سے بین الاقوامی قوانین کے مطابق جنگی مجرم نتین یاہو کو جنگی ہیرو قرار دیا ہے اور اس کی تعریف کے گن گائے ہیں۔ بے عمل اور ناکارے مسلم حکمراں خاموش تماشائی کی طرح سارے مناظر کو دیکھ رہے ہیں، مگر ان کے لبوں پر مہر لگی ہوئی ہے۔ ایران نے کچھ طاقت دکھائی مگر وہ بھی اپنے ملک کی حفاظت کے پیش نظر اب خاموش ہو گیا ہے۔ اس وقت بے سر و سامانی کی حالت میں سرفروش مجاہدین ظالم و غاصب طاقت سے تنہا مقابلہ کر رہے ہیں، اللہ کے سوا ان کا کوئی حامی و مددگار نہیں ہے۔ ان کے مقابلہ میں صرف اسرائیل نہیں ہے، اسرائیل کو اسلحہ اور تمام جنگی ساز و سامان دینے والے ممالک بھی اسرائیل کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالی ہی مجاہدین اور فلسطینی عوام کی نصرت کر سکتا ہے، اس کے علاوہ ان کے لئے کوئی دوسرا سہارا نہیں ہے۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

سیدنا شیخ عبد القادر جیلانیؒ کا ملفوظ فتوح الغیب ایک مطالعہ

● محمد آیت اللہ قادری

عرب و عجم کی علمی و عرفانی تاریخ میں حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز کی شخصیت اپنی جامعیت و کاملیت کی بنیاد پر نہ صرف یہ کہ ایک اہم مقام کی حامل رہی ہے بلکہ شریعت و طریقت کو باہم مربوط کرنے والوں میں آپ کا نام انفرادیت کا حامل ہے، آپ کی کامل ترین علمی و عرفانی شخصیت کی عظمت یقیناً کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے، تاریخ اسلام میں آپ کا مقام اس لحاظ سے بھی منفرد رہا ہے کہ آپ نے نہ صرف اپنے زمانے کے علمی و اخلاقی انحطاط کو درست کرنے میں اہم کردار ادا کیا بلکہ آپ نے ایک ہمہ گیر روحانی انقلاب کی بنیاد رکھی۔

تصوف کی تدوین و تنظیم میں آپ کی خدمات اسلامی تاریخ تصوف کا ایک روشن باب ہے، جس نے عرب و عجم کی دنیا پر جو اثرات مرتب کئے وہ بھی کسی تعارف کا محتاج نہیں، آپ کی تعلیمات و ارشادات سے جو دینی انقلابات برپا ہوئے اس نے ہزاروں افراد کو داخل اسلام کیا، ان میں بے شمار درجۂ کمال پر متمکن ہوئے، آپ کی مساعی جمیلہ کے نتیجے میں تصوف کو مدون و مرتب کرنے کا عمل آپ کی زندگی کا ایک اہم جزء ہے، بلکہ خالص اسلامی تصوف کو آپ کی ذات بابرکات سے ایک نئی شناخت اور طاقت ملی، شاہ ابو المعالی قدس سرہ نے آپ کی اس ہمہ گیر شخصیت کاملہ کی اثر اندازی کا نقشہ یوں کھینچا ہے ؎

آن ترک عجم چون ز مئے حسن طرب کرد ۞ بر پشت سمند آمدہ و صید عرب کرد
چون کاکل ترکانہ برانداخت ز مستی ۞ غارت گری کوفہ و بغداد و حلب کرد
خوبان کہ ز خوبی چو گل و لالہ نمودند ۞ نازان ہمہ را زیر قدم کرد عجب کرد

——(شرح فتوح الغیب)

سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ کی ولادت باسعادت ان کے آبائی وطن گیلان میں ۴۷۰ھ میں ہوئی اور بہ عمر اکیانوے سال، ۵۶۱ھ میں آپ نے بغداد میں وفات پائی، ولادت، عمر اور سن وفات کو ایک شعر میں کسی نے اس طرح بیان کیا ہے:

سنینش کامل و عاشق تولد ۞ وفاتش دان زمعشوق الٰہی

سیدنا عبد القادر جیلانی قدس سرہ علم و فضل، عرفان و تصوف میں ایک کامل ترین شخصیت کے حامل تھے، آپ نے مشہور زمانہ اساتذہ و شیوخ سے علمی اکتساب کئے اور تحصیل علم کے ساتھ ریاضات و مجاہدات شاقہ میں مشغول رہے اور کامل و مکمل بن کر کامل تینتیس سال مسند تدریس و افتا کو زینت بخشی اور چالیس برس مسلسل اپنے مواعظ و فرمودات سے خلق خدا کو مستفید فرمایا۔

سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ کی حیات علمی و عرفانی کا اختصاصی پہلو ظاہری اعتبار سے آپ کی فرد سازی پر مشتمل ہے، شیخ کی علمی و روحانی زندگی میں اس فرد سازی کی بنیاد آپ کے مواعظ و ارشادات پر قائم تھی، اس حیثیت سے وعظ و نصائح کو آپ کی روحانی زندگی میں غیر معمولی مقام حاصل رہا ہے، بلکہ مواعظ و ارشادات حسنہ آپ کی زندگی کا وہ حصہ ہیں جن کی جانب ابتدائے سلوک سے ہی خدائے تعالیٰ کی طرف سے رہنمائی الہام ہوا کرتی تھی یعنی خدائے تعالیٰ کی جانب سے آپ کے ارشادات خلق کے لئے درجۂ ولایت میں منتخب کئے گئے تھے، تاریخ و تذکرے کی کتابوں میں آپ کے مواعظ و ارشادات کو نقل کرنے والوں کی تعداد چار سو تک بتائی گئی ہے، آپ کی مجالس وعظ میں شریک ہونے والوں میں عوام الناس سے لے کر اصحاب علم و فضل کی ایک بڑی جماعت شریک ہوا کرتی تھی، وعظ و نصائح کی محافل میں کثرت ازدحام کا یہ عالم ہوا کرتا تھا کہ آپ کی واعظانہ مجلسیں وسیع میدان میں منعقد ہوتی تھیں، جن میں شریک ہونے والوں کی تعداد تقریباً ستر ہزار بیان کی جاتی ہے، ان میں صرف انسان ہی نہیں بلکہ جن بھی مستفید ہوا کرتے تھے، آپ کے پر تاثیر مواعظ و نصائح کا یہ عالم تھا کہ کوئی مجلس بھی ایسی نہ گذرتی تھی جس میں یہود و نصاریٰ داخل اسلام نہ ہوئے ہوں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو درجۂ ولایت میں بے مثال وجاہت فی الخلق کے ساتھ قبولیت ارضی و سماوی کی نعمت عظمیٰ عطا کی تھی۔

سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی کے مواعظ و ارشادات عالیہ کے دو اہم مجموعے فتح ربانی اور فتوح الغیب کے نام سے موجود ہیں، آپ کی دیگر تصانیف بھی ہیں، جن میں مکتوبات کے مجموعے، الفیوضات الربانیۃ اور غنیۃ الطالبین جیسی کتابیں بھی غیر معمولی اہمیت کی حامل ہیں، اس مضمون میں آپ کے ملافیظ کا مجموعہ فتوح الغیب کی روشنی میں آپ کی تعلیمات و ارشادات حسنہ کو ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

فتوح الغیب آپ کی تعلیمات و ارشادات عالیہ کا ایک اہم مجموعہ ہے جس کی روشنی میں صوفیانہ تعلیمات میں تزکیۂ نفس، تقویٰ اور پابندی شریعت ظاہری کے مرکزی نقطہ کو اجاگر کیا گیا ہے، یہ مجموعۂ ملافیظ طریقت کی دنیا کا ایک ایسا دستور العمل ہے جو تمام تشنگان معرفت حق کے لئے ایک بے مثال چشمۂ فیض ربانی ہے۔

فتوح الغیب کے جامع و مدون، شیخ عبد الحق دہلوی کے بقول آپ کے صاجزادہ گرامی ہیں جن کا نام شیخ عبد الحق دہلوی نے شیخ امام شرف الدین ابومحمد تحریر فرمایا ہے جن کی کنیت ابوعبدالرحمن تھی۔ یہ مجموعۂ ملفوظ ۵۱۶ھ میں تصنیف ہوا، اس ملفوظ کے متعدد نسخے دنیا کی مختلف لائبریریوں میں موجود ہیں، ملفوظ کی زبان عربی ہے اور مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے بھی ہو چکے ہیں، اس حوالہ سے یہاں یہ بات بھی لازم بہ تذکرہ ہے کہ برصغیر میں سیدنا عبد القادر جیلانی قدس سرہ کے سلسلہ کی اشاعت سے صرف نظر عہد متاخرین میں آپ کی تعلیمات کی عالمانہ تشریح وتوضیح کا کام جس نے اہتمام کے ساتھ سر انجام دیا وہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی شخصیت تھی، آپ نے شیخ عالی کی اہم باقیات علمیہ کی عام زبانوں میں ترجمانی فرمائی، ان میں مذکورہ بالا ملفوظ فتوح الغیب کی فارسی شرح خاص اہمیت رکھتی ہے، یہ شرح شاہ ابو المعالی کی فرمائش پر تحریر ہوئی اور جو کہ ہندوستان میں لکھی جانے والی اولین شرح فتوح الغیب ہے۔

مجموعی حیثیت سے فتوح الغیب ایک مقدمہ، ۷۸ رمقالات اور ایک تکملہ پر مشتمل ہے، جن میں سلسلہ وار مومن کے اعتقاد کی ضروری باتیں، خیر کی تلقین، ابتلا، موت معنوی، دنیا کا حال اور عدم رغبت دنیا کی ترغیب، مخلوق سے بے نیازی، دلی غم سے نجات، تقرب الی اللہ، کشف ومشاہدات، نفس اور احوال نفس، خواہشات کی تفسیر، حب مال کی مذمت، احکام الٰہی کی تعمیل، واصلین کے احوال کی اتباع، خوف ورجا، حقیقت توکل اور اس کے مراتب، مرشد کے ذریعہ حق تعالی کے تقرب کا حصول، شکوہ و شکایت کی ممانعت، ایفائے عہد اور عہد شکنی کی ممانعت، شکوک وشبہات میں پڑنے سے بچنے کی تعلیم، مکالمۂ ابلیس، مومن کی بقدر ایمان آزمائش، رضا بالقضا کی تعلیم، اخفائے احوال خیر وشر کی حقیقت، احوال مرید کی تفصیل، فقر کی تفصیل، عمل اور ترک حیلہ، حق تعالی کے لئے دوستی اور بے دوستی، حق تعالی کی محبت میں شرکت غیر کی ممانعت، اقسام افراد، فیصلۂ حق پر رضامندی کی ترغیب، زہد وورع، دین کی اہمیت اور نفع دنیا کی حقیقت، مذمت حسد، صدق کی تعلیم، شقاق، وفاق اور نفاق کی تفسیر، زمرۂ روحانیت میں دخول کے اسباب، نفس کی دو حالتیں، غیر اللہ سے سوال کی مذمت، اہل معرفت کی تشریح نعمت پر ابتلا، حدیث قدسی میں ذکرو شغل کی فضیلت، مومن کے لائق اعمال، نیند کی برائی، بعد کے دفع کا طریقہ، رسائی حق کے طریقے، لذت نفسانی سے کنارہ کشی، تقدیر سے عدم منازعت کا حکم، شکر نعمت اور صبر ابتلا کی تعلیم، ابتدا و انتہا، ہرشیٔ پر توقف، معرفت کے اقسام، مردہ زندگی، تاخیر قبولیت دعا کی حقیقت، دعا مانگنے کی ترغیب، اللہ سے معرفت طلبی کی تعلیم، مرید و مراد، بازار گردوں کے احوال، عقل سے وحدانیت کا ثبوت، تصوف کا منبع ومخزن، وقوف مع اللہ، سالکین راہ خدا کے دس خصائل، اور وصایائے حضرت غوث پاک جیسے اہم مباحث پر فتوح الغیب مشتمل ہے۔

فتوح الغیب کے مباحث عالیہ کی استنادی حیثیت قرآن وسنت اور آثار صحابہ سے مزین وآراستہ ہے، اسلوب بیان میں ایجاز کے ساتھ سہل اور پر اثر ناصحانہ انداز کی آراستگی پائی جاتی ہے، ہر وعظ ایک دل سے نکلی ہوئی صدا ہے جو براہ راست دل پر

اتر جاتی ہے، اور انسان کے فکر کو مثبت طور پر متاثر کرتی ہے، جن سے ایمان کی حرارت، اخلاق کی پاکیزگی اور اصلاح نفس کا وہ پیغام ملتا ہے جن سے انسان کی زندگی کا رخ اپنی درست سمت پر متوجہ ہوسکتا ہے، اور ساتھ ہی بندگیٔ حق تعالی کی حقیقت انسانی دل کو اپنی جانب کشش کر لیتی ہے۔

فتوح الغیب کی مجالس درحقیقت سیدنا عبدالقادر جیلانی کے عمیق علم اور قلبی واردات کا مجموعہ ہے جو مستفیدین کو دنیاوی خواہشات کی غلامی سے آزاد کرا کر اللہ تعالی کی بندگی کے اعلی مقام پر فائز کراتا ہے، فتوح الغیب کے خطبات میں صرف الفاظ کی لذت نہیں بلکہ کردار و عمل کا پابند بنانے کی طاقت الفاظ کے قالب میں پائی جاتی ہے، فتوح الغیب کے مضامین کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ صوفیہ کے سلاسل وسلوک کا مقصد اور ان کی ضرورت کن امور پر قائم ہے، فتوح الغیب کی کسی مجلس کے مقالہ کو قرأت کیجئے، تصوف اسلامی کا منشور شریعت ظاہری کی پاسداری سے عبارت نظر آتا ہے، بہ الفاظ دیگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ فتوح الغیب کی تعلیمات اسلام کی بنیادی تعلیم و تربیت کا احاطہ کرتی ہیں، ایک سالک طریقت کی تصوف کی راہ میں پہلی منزل کامل اتباع سنت کا نام ہے۔

حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے نزدیک ایک کامل مومن بننے کے لئے لازمی ہے کہ تمام احوال میں تین باتوں کو لازمی جانا جائے: اللہ تعالی کے احکام کی رعایت اور اس کی کامل اتباع، شریعت کی ممنوعات سے مکمل احتراز کرنا اور اللہ تعالی نے جو مقدور کیا ہو اس پر راضی رہنا، یہ وہ تین باتیں ہیں جن کو اختیار کئے بغیر تصوف کی راہ میں قدم رکھنا اہل تصوف کے طریقے کے خلاف عمل ہے۔ (مقالہ اول)

فتوح الغیب کے دوسرے مقالہ میں شیخ دست گیر نے جن امور کی طرف توجہ دلائی ہے ان میں خاص طور پر اس بات پر زور دیا ہے کہ حق تعالی سے مانگنے کو سالک برا نہ جانے، یہ وہ امر ہے جس کی تعلیم ہر سلسلۂ طریقت کی بنیاد ہے، شیخ نے اس کے متعلق فتوح الغیب کے مختلف مقالات میں نصیحت فرمائی ہے، بلکہ تکملہ میں جو وصیت خاص طور پر صاحبزادۂ گرامی کو فرمائی گئی ہے اس میں بھی یہ حکم خاص طور پر ذکر فرمایا گیا ہے، حضرت بدرالکاملین مولانا شاہ محمد بدرالدین قادری قدس سرہ نے لمعات بدریہ میں سیدنا عبدالقادر جیلانی کے احوال میں اس امر کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ محض اللہ تعالی سے مانگنا تمام سلاسل کا اصل الاصول ہے۔ حضرت غوث پاک قدس سرہ نے اپنے سلسلہ کے منشور میں اس امر کو شامل فرمایا ہے، چنانچہ حضرت سیدنا شیخ عبدالوہاب قدس سرہ کے نام حضرت سیدنا غوث پاک قدس سرہ کی وصیت کے الفاظ ہیں:

وکل الحوائج الی اللہ عز وجل ولا تعتمد الا علیه واطلبها منه تعالی ولا تتکل علی احد غیر اللہ سبحانه التوحید التوحید جماع الکل۔ (ص: ۲۸۹)

ترجمہ: تمام حاجات کو اللہ تعالی کے سپرد کریں، اور سوائے اس کے کسی پر بھروسہ نہ کریں، اپنی حاجات اسی ذات

باری تعالی سے طلب کرو اور اللہ کے سوا کسی غیر پر کسی طرح کا توکل نہ کرنا درحقیقت توحید ہی اصل کل اور تمام امور کی جامع حقیقت ہے۔

ماسوی اللہ سے حاجات طلبی جس کی ممانعت اس وصیت میں فرمائی گئی ہے، اس کا اصل مفہوم یہی ہے کہ امور دنیاوی کے لئے کسی کے آگے دست دراز نہ کیا جائے کہ اللہ تعالی کو ایک جاننے کا تقاضا یہی ہے کہ بندے کے لئے صرف ایک وہی ذات کافی ہے، یہی وجہ ہے کہ صوفیہ کے یہاں امور دنیاوی کے لئے بزرگوں کی روحانیت سے استفادہ کی روش کسی سلسلہ میں نہیں پائی جاتی ہے، البتہ صوفیہ اللہ کے لئے اہل ضرورت کی معاونت کو حق تعالی کے حکم کے تحت پسند فرماتے ہیں، مگر کسی اہل دنیا کے سامنے دست دراز کرنا نہایت مذموم عمل جانتے ہیں، مخلوق کے آگے سوالی ہونا درحقیقت حق تعالی پر توکل کے خلاف ہے، اس عمل سے انسان کے اندر محنت ومشقت کی ہمت ختم ہو جاتی ہے، جو انسان کی روحانی ترقی میں ایک مکمل سد باب ہے۔

فتوح الغیب کے اٹھتر ویں مقالہ میں سیدنا غوث پاک قدس سرہ نے سالکین طریقت کی دس اہم خصلتوں کا ذکر فرمایا ہے، یعنی وہ دس اوصاف جن کا ایک سالک کے اندر موجود ہونا کامل بننے کے لئے لازمی ہے، حضرت شیخ فرماتے ہیں:

اہل مجاہدہ ومحاسبہ اور باہمت سالکین طریقت کے لئے دس خصلتیں ہیں جن پر مواظبت کی جائے تو منازل ارفع تک پہنچنا سہل ہو جاتا ہے، ان میں پہلی خصلت بندہ حق تعالی کی کسی طرح قسم نہ کھائے، یعنی تمام معاملات میں عظمت وکبریائی حق کا دل پر ایسا اثر ہو کہ اس کا نام لینے کی بھی تاب نہ ہو۔ یہ وہ صفت ہے جس کے حصول کے بعد انوار خداوندی کا دروازہ اس پر کھل جاتا ہے اور اس کے عزائم وہمم میں قوت پیدا ہوتی ہے۔

دوسری خصلت یہ ہے کہ حقیقت اور مذاق دونوں صورتوں میں کبھی بھی جھوٹ زبان پر نہ لائے، تیسری خصلت یہ ہے کہ کبھی وعدہ خلافی نہ کرے، چوتھی خصلت ہے کہ کسی کی لعنت کرنے اور کسی کو اذیت پہنچانے سے مکمل اجتناب کیا جائے۔ کسی کو بددعا دینے سے خود کو محفوظ رکھا جائے۔ اہل قبلہ میں سے کسی پر یقین کے ساتھ کفر وشرک اور نفاق کی گواہی نہ دی جائے۔ بندہ اپنے ظاہر وباطن کو گناہوں سے بچائے۔ کسی آدمی پر اپنا بوجھ نہ ڈالا جائے۔ نویں خصلت یہ ہے کہ لوگوں کے ہاتھ میں جو موجود ہو اس کی ضرورت سے خود کو بے نیاز بنالیا جائے۔ دسویں خصلت تواضع اختیار کرنا ہے۔ یہ وہ دس خصلتیں ہیں جن میں سالک طریقت کی کاملیت کا راز پوشیدہ ہے۔

حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی اڑتالیسویں مقالہ میں مومن کے لائق اعمال کی نشاندہی فرماتے ہوئے یہ نصیحت فرماتے ہیں کہ مومن کو چاہئے کہ پہلے فرائض وواجبات کو سرانجام دے، فرائض کے بعد سنن موکدہ میں مشغول ہو، اس کے بعد نوافل میں مشغول ہونا چاہئے کیوں کہ فرائض کی تکمیل کے بغیر سنن ونوافل میں مصروف ہونا حماقت ورعونت ہے۔ حضرت شیخ عبد الحق دہلوی اس امر کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ ضروری چیز کو چھوڑ کر غیر ضروری کاموں کا اہتمام کرنا عقل کے خلاف عمل ہے، کیوں کہ عقل مند کے سامنے فائدہ حاصل کرنے کی بجائے نقصان سے بچنا زیادہ ضروری ہے۔ (شرح فتوح الغیب)

فتوح الغیب کے تکملے میں حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی جو وصیتیں منقول ہوئی ہیں وہ سالکین راہ طریقت سے لے کر ایک عام مسلمان کے لئے نہایت سودمند اور مفید ترین ہے، حضرت شیخ کے وصال کے وقت آپ کے صاحبزادۂ عالی سیدنا شیخ عبدالوہاب قدس سرہ نے فرمایا کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیں جن پر میں آپ کے بعد عمل کیا کروں گا تو حضرت نے فرمایا: تم پر خدا سے ڈرنا واجب ہے، اس کے سوا کسی سے نہ ڈرنا اور نہ کسی سے کوئی امید رکھنا...... آگے فرمایا: جب خدا سے دل متعلق ہو جاتا ہے تو علوم ضروریہ کی کوئی چیز اس سے جدا نہیں...... حضرت کی دیگر وصیتوں میں تصوف کے حوالہ سے یہ بھی فتوح الغیب میں مرقوم ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ میں تمہیں خدا سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، ظاہری شریعت کی پیروی کرو، اپنے دل کو پاک رکھو، نفس کی سخاوت اور چہرے کی بشاشت کا اہتمام کرو، مصرف کی چیزوں کو خرچ کرو، مخلوق کو تکلیفیں نہ دو، ان کی اذیتوں کو برداشت کرو، مشائخ کا احترام، بھائیوں کے ساتھ حسن معاشرت کا برتاؤ کرو، دوستوں سے خصومت کو ترک کرو، آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔

المختصر یہ کہ فتوح الغیب صرف ایک کتاب ہی نہیں بلکہ ایک روحانی مدرسہ ہے جس میں شیخ کی کتاب مذکور ایک شہکار تالیف کی حیثیت رکھتی ہے، جو آج بھی متلاشیان حق کے دلوں میں کاملیت ایمان کی شمعیں فروزاں کر رہی ہے اور تقوی وصلاح کا چراغاں کرنے کی سعی مشکور سرانجام دے رہی ہے۔

مراجع:

(۱) شرح فتوح الغیب؛ شیخ عبدالحق دہلوی۔

شرح فتوح الغیب مصنفہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کا یہ نادر قلمی نسخہ جو کتب خانہ مجیبیہ بدریہ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کی ملکیت اور اس کے شعبۂ مخطوطات کی زینت ہے میرے پیش نظر ہے، چھ سو اسّی صفحات پر مشتمل یہ اہم و عظیم نسخہ فی الحقیقت علمی و روحانی وراثت کا گراں قدر سرمایہ ہے۔ اس نسخے کی امتیازی شان اور غیر معمولی افادیت اس حقیقت سے مزید اجاگر ہوتی ہے کہ اس پر بڑے حضور حضرت مصباح الطالبین مولانا شاہ علی حبیب نصر فقیہ پھلواروی قدس سرہ العزیز کے دست خاص سے تحریر کردہ نہایت وقیع اور بصیرت افروز حواشی و مطالعات ثبت ہیں، جو کم و بیش سو صفحات پر محیط ہیں۔ ان علمی و فکری اشارات اور گہرے نکات نے اس قلمی نسخے کو محض ایک کتابی ذخیرے کے بجائے ایک زندہ اور متحرک علمی خزینہ بنا دیا ہے، جس میں متن اور حاشیہ دونوں مل کر ایسی فکری و روحانی کیفیات پیدا کرتے ہیں جو طالب علم اور محقق دونوں کے لیے یکساں طور پر مایۂ افتخار ہیں۔ اس طرح یہ نسخہ نہ صرف اپنی اصل تصنیف کی بنا پر قیمتی ہے بلکہ اس پر ثبت تعلیقات کے باعث مزید نادر اور منفرد حیثیت اختیار کر گیا ہے اور بجا طور پر خانقاہی و علمی روایت کی ایک روشن علامت اور تاریخ روحانیت کا درخشاں باب قرار دیا جا سکتا ہے۔

(۲) لمعات بدریہ قلمی، مکتبہ بدریہ مجیبیہ پھلواری شریف، پٹنہ۔

(۳) فتوح الغیب: شیخ عبدالقادر جیلانی؛ تصحیح: عبدالعلیم محمد درویش؛ طبع: ۲۰۰۷ء۔

(۴) سیرت غوث پاک؛ مقالہ مولانا حکیم شعیب پھلواروی؛ مجلہ معارف پھلواری شریف؛ ماہ ربیع الثانی، ۱۳۳۳ھ۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

تیسری قسط

کتاب ’’بہار میں اردو ادب کا ابتدائی زمانہ‘‘ ایک تنقیدی جائزہ

● مولانا شاہ بدر احمد مجیبی

(۱۰) حضرت شاہ غلام نقشبند سجادؔ قدس سرہ:

ڈاکٹر حسین احمد صاحب لکھتے ہیں:

حضرت عماد الدین قلندر (م ۱۱۲۴ھ) اور حضرت غلام نقشبند سجادؔ (م ۱۱۷۳ھ) ان دونوں کی بزرگی اپنی جگہ مسلم لیکن ان دونوں کا ذکر بحیثیت اردو شاعر قدیم تذکروں میں نہیں ملتا ہے۔ ذوالفقار علی مستؔ نے ’’ریاض الوفاق‘‘ میں طپاںؔ اور ظہورؔ کے حالات لکھے ہیں۔لیکن یہ تذکرہ بھی عماد اور سجاد کے ذکر سے خالی ہے۔ میں نے دوسرے کتب خانوں کے علاوہ خانقاہ عمادیہ منگل تالاب میں بھی عماد اور سجاد کے اردو کلام کی تلاش کی لیکن مجھے خانقاہ عمادیہ میں بھی عماد اور سجاد کا اردو کلام نہیں ملا۔ ڈاکٹر اختر اورینوی نے اپنی کتاب ’’بہار میں اردو زبان وادب کا ارتقاء‘‘ میں عماد اور سجاد کا تفصیلی ذکر کیا ہے اور نمونہ کلام بھی پیش کیا ہے۔لیکن عماد وسجاد کی ریختہ گوئی کا واحد ثبوت تمنا عمادی (م ۱۹۷۲ء) کی شہادت ہے۔ ممکن ہے یہ تمام اشعار تمنا کے نتائج افکار ہوں ــــ (ص: ۱۱ و ۱۲)

اسی طرح حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہ کی طرف تمنا عمادی صاحب نے جس رسالہ ’’سید ھاراستہ‘‘ کو منسوب کیا ہے اس کے بارے میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

راقم الحروف کا بھی یہی خیال ہے کہ رسالہ ’’سیدھا راستہ‘‘ تمنا عمادی کی ذہنی اختراع ہے ــــ (ص: ۱۹)

خانقاہ مجیبیہ کے بزرگان بھی حضرت خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہ کی طرف اردو اشعار اور اس رسالہ کی نسبت کو درست نہیں مانتے، اسی لئے حکیم شعیب رضوی پھلواروی صاحب نے تذکرہ شعرائے پھلواری میں ان کا ذکر نہیں کیا ہے۔

حکیم شعیب صاحب اپنے ایک مکتوب میں تحریر کرتے ہیں:

خواجہ عماد الدین قلندر کے کلام کے متعلق جو جناب نے سوال کیا ہے کہ شعرائے پھلواری میں ان کا ذکر میں نے کیوں نہیں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خواجہ عماد الدین قلندر ہمارے پیران میں ہیں اور نسبی جزئیت کا فخر بھی رکھتا ہوں، ان کے باقیات صالحات اگر ہو سکتے ہیں تو دو ہی جگہ، یا خانقاہ پھلواری میں یا خانقاہ منگل تالاب پٹنہ میں، ان دونوں جگہوں میں سے کسی جگہ ہم کو ان کا کلام نہیں ملا اور ہمارے متقدم بزرگوں سے کسی نے بھی ان کو شاعر نہیں لکھا ہے اور جو کلام ان کی طرف منسوب ہے فرضی ہے۔ پھر یہ جانتے ہوئے میں ان کو شاعروں کی صف میں لا کر کس طرح کھڑا کر دیتا — (ماہ نامہ صنم پٹنہ بہار نمبر صفحہ: ۷۹)

اس لئے قاضی عبدالودود صاحب نے اختر اورینوی کی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے صحیح لکھا ہے۔

مصنف نے ان کا تخلص عماد بتایا ہے۔ میں ان کی اردو شاعری کو فرضی سمجھتا ہوں۔ فارسی کہتے تھے یا نہیں اس کے متعلق مجھے کچھ معلوم نہیں۔ شاعر فارسی گو بھی نہیں تھے تو تخلص کا سوال ہی نہیں...... تحقیق کی جائے تو پتہ چلے گا کہ ''سیدھا راستہ'' کی طرح ک ۱۸ کے اشعار بھی جناب تمناہی کے ذریعہ پھیلے ہیں۔ ان کی نظم و نثر اردو پھلواری کے کسی اور شخص کے پاس نہیں ہے۔ — (مقالات قاضی عبدالودود ص ۱۶،۱۵)

لیکن حضرت غلام نقشبند سجادؔ قدس سرہ کی ریختہ (اردو) شاعری کا قاضی عبدالودود صاحب نے صاف انکار نہیں کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کو بھی اس میں شامل کر دیا ہے۔ قاری یہی سمجھے گا کہ قاضی صاحب نے دونوں کا انکار کیا ہے۔ قاضی صاحب اختر اورینوی کی کتاب ''بہار میں اردو زبان و ادب کا ارتقاء'' پر اپنے تبصرہ میں لکھتے ہیں:

> ''وہ اگر تپاںؔ اور شاہ نعمت اللہ صاحب کے لکھے ہوئے اشعار پیش کر سکتے ہیں اور ان کی اصلیت ثابت کر سکتے ہیں تو مجھے یہ تسلیم کرنے میں مطلق تامل نہیں ہوگا کہ جو اشعار ''بہار'' (اختر اورینوی کی کتاب) میں درج ہیں وہ واقعی حضرت محمد سجادؔ کے ہیں۔ وہ جب تک مطلوبہ ثبوت فراہم نہ کریں گے میں اپنی سابق رائے پر قائم رہوں گا کہ جو اشعار ان کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں وہ دراصل ان کے نہیں ہیں'' — (مقالات قاضی عبدالودود ص: ۲۶)

یہاں پر اس کی وضاحت ضروری ہے کہ قاضی صاحب نے اختر اورینوی کے نقل کردہ ان مذکورہ اشعار کی حضرت شاہ غلام نقشبند سجاد قدس سرہ کی طرف نسبت کے لئے ثبوت طلب کیا ہے، حضرت سجاد کے فارسی شاعر یا اردو شاعر ہونے کا انکار نہیں کیا ہے۔ کیونکہ حضرت سجادؒ کے بعض فارسی اشعار خود ان کے قلم سے لکھے ہوئے خانقاہ مجیبیہ کے کتب خانے میں موجود ہیں جن کا آگے ذکر آ رہا ہے۔

پہلے ہم ان حضرات کی عبارتیں پیش کرتے ہیں جنہوں نے حضرت شاہ غلام نقشبند سجادؔ قدس سرہ کا ریختہ کے شاعر کی حیثیت سے ذکر کیا ہے۔

(الف) حضرت شاہ غلام نقشبند سجادؔ قدس سرہ فارسی اور اردو کے بلند پایہ شاعر تھے۔حکیم محمد شعیب رضوی پھلواروی ؒ جن کی بہار کے صوفیہ اور شعراء کے حالات پر گہری نگاہ تھی اور اس سلسلے میں ان کی متعدد کتابیں بھی ہیں، انہوں نے ’’تذکرہ شعرائے پھلواری‘‘ میں آپ کا سنہ ولادت ۱۱۱۶ھ مطابق ۱۷۰۴ء اور سنہ وفات ۳؍ذی قعدہ ۱۱۷۳ھ مطابق ۱۷۵۹ء تحریر کیا ہے۔انہوں نے حضرت سجادؔ کے حالات تحریر کرنے کے بعد آپ کی شاعری کے متعلق لکھا ہے:

’’آپ بھی شعراء کی جماعت کے فرد نہیں ہیں، صرف موزونیت طبع سے غلبۂ حال میں اتفاقیہ نظم فرمایا ہے، بطور تذکرہ بخیال تبرک لکھ دیتا ہوں۔آپ ولی دکنی کی وفات کے وقت اکتالیس سال کے تھے۔‘‘—(تذکرہ شعرائے پھلواری قلمی)

اس کے بعد انہوں نے حضرت سجادؔ کے فارسی وریختہ کلام پیش کئے ہیں۔جن میں آٹھ فارسی کی غزلیں اور تیرہ ریختہ کی غزلیں ہیں، جن کو بعد میں پیش کیا جائے گا۔

حکیم شعیب رضوی اپنے ایک مکتوب میں تحریر کرتے ہیں:

حضرت سجاد کی اردو غزلیں جو مجھے دستیاب ہوئی تھیں میں نے تذکرۂ شعرا میں درج کر دیا ہے جو جناب کے پاس معاصر کے نمبر میں موجود ہیں۔ان کے علاوہ کلام موجود نہیں ہے—(ماہنامہ صنم پٹنہ بہار نمبر:۸۱)

(ب) جناب عزیز الدین احمد بلخی ’’تاریخ شعرائے بہار‘‘(سن تالیف ۱۹۳۰ء) میں حضرت غلام شاہ نقش بند سجادؔ قدس سرہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

سجاد۔تخلص، اسم شریف محمد سجاد عرف غلام نقشبند، خواجہ عماد الدین قلندر کے صاحبزادے اور پیر مجیب اللہ کے داماد تھے۔مولد ومسکن پھلواری شریف متصل عظیم آباد۔۱۱۱۶ھ دور عالمگیری میں پیدا ہوئے اور ۱۱۷۳ھ سال جلوس شاہ عالم میں وفات پائی۔فارسی اور اردو دونوں میں شوق پورا کیا ہے۔ریختہ کا کلام عہد محمد شاہی کی قدیم اردو کا نمونہ ہونے کے اعتبار سے خاص کر قابل لحاظ ہے۔

صدقے ترے ساقیا، آج لگا دے سبیل ❁ واردِ میخانہ ہے زاہدِ پرہیز گار
آپ الگ ہیں خفا، دل ہے جدا بے کہا ❁ آپ ہی ٹک سوچئے کیا کرے سجادؔ زار

—(تاریخ شعرائے بہار مصنفہ عزیز الدین احمد بلخی ص:۲۲ مطبوعہ ۱۹۳۶ء)

(ج) پروفیسر اختر اورینوی اپنی کتاب ’’بہار میں اردو زبان وادب کا ارتقاء ۱۸۵۷ء تک‘‘ میں حضرت شاہ غلام نقشبند سجاد قدس سرہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

آپ کا نام محمد سجاد اور عرف غلام نقشبند تھا، خواجہ عماد الدین قلندر کے صاحبزادے اور حضرت شاہ مجیب اللہ پھلواروی کے

داماد تھے۔مولد و مسکن قصبہ پھلواری متصل عظیم آباد،۱۱۱۶ھ عہد عالمگیری میں پیدا ہوئے،اور ۱۱۷۳ھ سال جلوس شاہ عالم میں وفات پائی......

حضرت سجاد پھلواروی نے فارسی اور اردو دونوں میں طبع آزمائی کی ۔ریختہ کا کلام قدامت کے لحاظ سے بہت اہمیت رکھتا ہے ۔آپ کا کلام جناب محی الدین تمنا عمادی پھلواروی کے ذریعہ حاصل ہوا،اور رسالہ ’’معاصر‘‘ پٹنہ میں شائع ہوا ہے ۔

—(بہار میں اردو زبان و ادب الخ اختر اورینوی ص: ۲۱۳ و ۲۱۴ مطبوعہ ۱۹۵۷ء)

اس کے بعد انہوں نے حضرت سجاد کا ریختہ کا کلام جو رسالہ معاصر پٹنہ ماہ نومبر ۱۹۴۱ء میں شائع ہوا ہے کتاب میں نقل کر دیا ہے ۔

(د) حکیم احمد اللہ ندوی نے ’’مسلم شعراء بہار‘‘ میں حضرت غلام نقشبند سجاد کا مفصل تذکرہ کیا ہے اور مختلف تحریروں سے اخذ کر کے ان کے اردو کلام کا نمونہ بھی پیش کیا ہے ۔رسالہ بہارستان (اگست ۱۹۳۱ء) میں حضرت شاہ غلام نقشبند سجاد قدس سرہ پر جناب مولانا شاہ حسین میاں علیہ الرحمۃ کا ایک مضمون شائع ہوا تھا،اسی سے حالات نقل کئے ہیں اور شاہ حسین میاں مرحوم کے حوالہ سے ہی دو غزلیں بھی پیش کی ہیں ۔جن کا مطلع یہ ہے:

مری حسرتیں دل میں گھبراتیاں ہیں ۞ نکلنے کی راہیں نہیں پاتیاں ہیں

....

ٹک میری طرف سے بادصبا کہیو جا کر صیاد سیتی ۞ اب جان لبوں پر بلبل کی پہنچی ہے تری بیداد سیتی

اس کے بعد ماہنامہ صنم پٹنہ بہار نمبر بابت ۱۹۵۹ء میں محمد حفیظ اللہ پھلواروی کے مضمون سے کچھ غزلیں نقل کی ہیں ۔

پھر ماہنامہ صنم ۱۹۵۹ء میں ہی مذکور ڈاکٹر کلیم عاجز صاحب کے ایک مضمون سے ایک غزل نقل کی ہے جس کا مطلع ہے ۔

ہجر کی رات بہت بھاری ہے ۞ عشق کی بات بہت بھاری ہے

—(مسلم شعرائے بہار جلد: ۳ صفحہ: ۱۰۱ تا ۱۰۴)

(ہ) جناب معین الدین دردائی نے اپنی کتاب ’’بہار اور اردو شاعری‘‘ میں (جو ۱۹۴۷ء کی تالیف ہے) حضرت سجادؒ کی وہ غزل پیش کی ہے جس کا مطلع ہے:

بھٹی کو چلا گیا ہوتے سحر، پوچھو تو کوئی سجادؔ سیتی ۞ تھارات تلک تو کام اس کو، اشغال سیتی اوراد سیتی

حاشیہ میں اس غزل کے لئے رسالہ نگار (لکھنو) جنوری ۱۹۳۵ء کا حوالہ دیا ہے ۔

(و) ڈاکٹر کلیم عاجز صاحب اپنے مضمون ’’بہار کی اردو شاعری‘‘ (رسالہ صنم پٹنہ کے بہار نمبر) میں لکھتے ہیں:

’’ولی کے بعد ہم کو پہلا نام شاہ مبارک آرزو کا ملتا ہے ۔آبرو کی سات غزلیں آب حیات میں منتخب کر کے پیش کی

گئی ہیں۔ان میں سے ایک چھوٹی اور ایک بڑی بحر کی غزل انتخاب کروں گا جو بلاشبہ آب حیات میں مطبوعہ غزلوں میں اچھی غزلیں ہیں۔اوران دونوں غزلوں کے مقابلہ میں ہم غلام نقشبند سجاد عظیم آبادی کی دو غزلیں پیش کریں گے۔سجاد کا سال وفات ۱۱۷۳ھ ہے۔اور آبرو کی وفات سجاد کے بہت بعد ہوئی ہے۔اس کے معنی یہ ہیں کہ سجاد کی زبان اور شاعری زیادہ قدیم ہے اوراس لحاظ سے ناتراشیدہ ہونی چاہئے مگر ملاحظہ فرمائیے۔''

اس کے بعد جناب کلیم عاجز نے شاہ مبارک آبرو دہلوی کی دو غزلیں پیش کی ہیں، پہلی غزل کا مطلع ہے:

نین سے نین جب ملائے گیا ۞ دل کے اندر مرے سمائے گیا

اور دوسری غزل کا مطلع ہے:

افسوس ہے کہ مجھ کو وہ یار بھول جاوے ۞ وہ شوق وہ محبت وہ پیار بھول جاوے

اس کے مقابلے میں حضرت سجادؒ کی دو غزلیں پیش کی ہیں۔پہلی غزل کا مطلع ہے:

ہجر کی رات بہت بھاری ہے ۞ عشق کی بات بہت بھاری ہے

اور دوسری غزل کا مطلع ہے:

بھٹی کو چلا گیا ہوتے سحر پوچھو تو کوئی سجاد سیتی ۞ تھارات تلک تو کام اسے،اشغال سیتی اوراد سیتی

اس کے بعد دونوں کی غزلوں کا تجزیہ کرتے ہیں:

''مندرجہ بالا نمونوں سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ ایک دور کا کلام ہونے کے باوجود دونوں نمونوں میں نمایاں امتیازات ہیں۔لسانی اعتبار سے آبرو کے کلام میں دکنی اثرات نمایاں ہیں اور سجاد کے کلام میں مقامی،زبان سجاد کی نسبتاً زیادہ دلکش سادہ موثر ہے۔آبرو کے غزل میں بندش اور تراکیب کا ضعف نمایاں ہے۔سجاد کی ترکیبوں میں چستی اور روانی ہے۔آبرو کے یہاں مضامین سطحی اور تقلیدی ہیں،جن میں خارجیت پیش پیش ہے،سجاد کے یہاں بھی گرچہ خیالات میں زیادہ گہرائی نہیں لیکن داخلی کیفیات نمایاں ہیں،اسلوب اور انداز بیان کے چوکھے پن سے ندرت اور تازگی پیدا ہوگئی ہے۔علاوہ ازیں سجاد کے یہاں متانت اور سنجیدگی نسبتاً آبرو سے زیادہ ہے۔''

—(ماہنامہ صنم پٹنہ، بہار نمبر ۱۹۵۹ء صفحہ: ۱۴۴،۱۴۵،۱۴۶)

(ز) مولانا شاہ ہلال احمد قادری ''سیرت پیر مجیب''میں خلفاء ومجازین کے عنوان کے تحت حضرت شاہ غلام نقشبند سجادؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''حضرت تاج العارفین نے آپ کو پوری مثنوی مولانا روم پڑھائی ،مثنوی کا یہ خصوصی درس تکمیل درسیات کے بعد ہوا۔جس مثنوی میں پڑھا تھا وہ خود حضرت غلام نقشبند نے اپنے ہاتھوں سے لکھی تھی۔اندازہ ہوتا ہے کہ لکھ لکھ کر پڑھتے ہوں گے۔

کیونکہ اس کی کتابت ۱۱۶۳ھ میں تمام ہوئی، ان کے انتقال سے دس سال قبل، یہ مثنوی معنوی کا دفتر دوم ہے۔ آخر کتاب میں آپ نے اپنے اشعار لکھے ہیں اور پیر ومرشد سے حصول فیض کی استدعا کی ہے، وہ اشعار یہ ہیں۔

دفتر دوم مثنوی دریں بیاض بسواد رسید، وکان ذلك فی الف ومأئة وثلاث وستین من الهجرة۔ چند اشعار کے بعد لکھتے ہیں:

می نویسد یک غلامی نقشبند ۞ کز رموز مثنوی کن بہرہ مند
تا بہ محمودت رسانم ایں ایاز ۞ ای خدا! بکشای در ہر راہ راز
زیں قلم تا آں قلمدانِ مجیب ۞ حرفہائے مثنوی دارد کتیب
یا مجیب اللہ! ارشادی نما ۞ تا ازں یک حرف خوانم برملا
سرِ تو ہر سرِ جانِ مثنوی ۞ می کند شرح وبیانِ معنوی
گنجِ مخفی را نشانے داشتم ۞ صد نشاں از نامِ تو دریافتم

مثنوی کا یہ نسخہ کتب خانہ مجیبیہ بدریہ میں محفوظ ہے۔"—(سیرت پیر مجیب ص: ۳۶۶ و ۳۶۷)

حضرت سجادؒ کی ریختہ گوئی کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

"آپ شاعر بھی تھے، تخلص سجاد تھا، خانوادے میں آپ اردو کے پہلے ریختہ گو شاعر تھے جنہوں نے اس زبان میں نئی روح پھونکی، آپ سے قبل حضرت تاج العارفین کی ریختہ زبان میں ایک نظم اور کچھ اشعار ملتے ہیں۔ اس لئے خانوادے میں ریختہ کی بنیاد حضرت تاج العارفین نے رکھی، اور شاہ غلام نقشبند سجادؔ نے اس کو رواج دیا، حضرت سجادؔ ولیؔ دکنی کے معاصر ہیں۔ آپ کے اشعار ریختہ کے عمدہ نمونہ ہیں۔

ادھر بدلیاں ہیں ادھر میری آنکھیں ۞ وہ پانی تو یہ اشک برساتیاں ہیں
خدارا بتادیں تو ٹک ہم کو سانسیں ۞ کہاں آتیاں ہیں، کہاں جاتیاں ہیں
بنیں جو کہ تیرِ بلا کا نشانہ ۞ فقط اہل دِل ہی کی وہ چھاتیاں ہیں
موا جائے سجادؔ ہے جن کے غم میں ۞ وہ شکلیں نگاہوں میں کیوں آتیاں ہیں

تذکرہ شعرائے پھلواری میں آٹھ فارسی کی غزلیں اور تیرہ ریختہ کی غزلیں ہیں۔"—(سیرت پیر مجیب ص: ۳۷۱)

اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اہل ادب وتاریخ کے نزدیک حضرت سجاد کا ریختہ کا شاعر ہونا تسلیم کیا جاتا ہے۔

البتہ یہ درست ہے کہ ان حضرات میں سے کوئی حضرت سجاد کے معاصر یا قریب العہد نہیں ہیں۔ مگر جن حضرات نے بزرگوں کی قدیم نوشتوں، تحریروں اور دواوین کو پڑھا ہے، ان سے استفادہ کیا ہے، ان نوشتوں سے ان بزرگوں کے کلام کو جمع کیا ہے اور وہ

ان کی تحریروں کو پہچانتے ہیں وہ جب صراحت کے ساتھ حضرت سجادؔ کے اشعار پیش کر رہے ہیں تو ان کی بات تسلیم کی جائے گی۔

جناب اختر اورینوی نے اپنی کتاب میں حضرت سجادؔ کے کلام پر اچھی بحث کی ہے، وہ لکھتے ہیں۔

’’حکیم شعیب صاحب مرحوم کا بیان ہے کہ تپاںؔ پھلواروی نے حضرت سجادؔ کے کلام کی نقل کی تھی۔ تپاںؔ شاہ مجیب اللہ پھلواروی کے پوتے اور حضرت سجادؔ کے داماد تھے۔ تپاںؔ کی تحریریں خاندانی دستاویزات میں ملتی ہیں اور پھلواری میں معروف ہیں۔ میں نے اور پروفیسر حسن عسکری صاحب نے بھی تپاںؔ کی تحریریں حکیم شعیب صاحب مرحوم کے پاس دیکھی ہیں۔ تپاںؔ کے بہت سے خود نوشت مرثیے پھلواری میں موجود ہیں اور ہم نے دیکھے ہیں۔ پھلواری کے صوفیا کے کلام ہرگز الحاقی نہیں۔ اگر تذکروں میں ان میں سے بیشتر کا ذکر نہیں تو یہ تذکرہ نگاروں کی نارسائی ہے۔ اب جو مخطوطات و مسودات ہمارے سامنے آرہے ہیں تو حقائق پر سے پردے اٹھ رہے ہیں۔ داخلی شہادت بھی کوئی ایسی نہیں کہ ہم ان کو جعلی یا الحاقی سمجھیں، بزرگوں کے کلام کو شاہ نعمت اللہ (۱۱۶۰ھ تا ۱۲۴۵ھ) پھلواروی نے بھی مرتب کیا ہے۔ قدیم منقولات بھی موجود ہیں اور بعد میں ان قدیم منقولات سے نقلیں بھی ہوئی ہیں۔ حکیم شعیب صاحب مرحوم نے شواہد کے ساتھ میرے اور پروفیسر حسن عسکری صاحب کے سامنے اس مسئلہ پر تشفی بخش روشنی ڈالی تھی اور ہم مطمئن ہو گئے تھے۔‘‘۔۔۔(بہار میں اردو ۔ اختر اورینوی ص: ۲۲۱ و ۲۲۲)

حضرت حکیم محمد شعیب رضوی ؒ پھلواری شریف کی تاریخ پر گہری نظر رکھتے تھے۔ ان کے پاس وہ تمام مخطوطات و دواوین اور بزرگوں کی تحریرات تھیں جن سے انہوں نے اپنی تالیفات میں استفادہ کیا تھا۔ وہ ’’تذکرہ شعرائے پھلواری‘‘ کے مقدمہ میں تحریر کرتے ہیں۔

’’مگر خدا قائم رکھے کتب خانہ مجیبیہ کو جہاں اکابر شعرائے پھلواری کے اکثر دواوین اور منتشر کلام جو محفوظ رہ گئے تھے مل گئے، میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور منتشر اوراق کو یکجا کر کے وصل و جلد بندی کرا کے محفوظ کرلیا جو اس وقت کام آئے، یہ منتشر اور پارینہ اوراق اس قدر دستیاب ہوئے کہ اکٹھا کرنے کے بعد تین ضخیم جلدوں میں تقسیم کرنے کی ضرورت پڑی، اُس مجموعہ میں شعرائے پھلواری کے فارسی اور اردو کلام دونوں ملے اور دیگر شعرائے لکھنؤ، دہلی، بنارس و پٹنہ کے کلام بھی تھے جن کو میں نے اسی مجموعہ میں بطور یادگار وصل کرادیا ہے۔‘‘۔۔۔(مخطوطہ تذکرہ شعرائے پھلواری از حکیم محمد شعیب رضوی، معاصر پٹنہ مئی و جون ۱۹۴۹ء)

حکیم محمد شعیب رضوی ایک مکتوب میں تحریر کرتے ہیں:

حضرت سجاد و حضرت جوہری کے حالات (کے لئے) مجھے باہر سے ماخذ لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ دونوں بزرگان ہمارے اجداد سے ہیں، ان کے وقت کے وان کے زمانے کے ان کے مستند اور معتمد عزیز ان کے کثیر

مخطوطات کتب خانہ میں موجود ہیں، وہ ہمارے لئے ماخذ سے بڑھ کر ہیں۔ـــ(ماہ نامہ صنم پٹنہ بہار نمبر: ۸۲)

ڈاکٹر حسین احمد صاحب کا یہ کہنا کہ ''سجادؔ کی ریختہ گوئی کا واحد ثبوت تمنا عمادی (م ۱۹۷۲ء) کی شہادت ہے۔ ممکن ہے یہ تمام اشعار تمنا کے نتائج افکار ہوں'' درست نہیں ہے کیونکہ:

(الف) حضرت سجادؔ کے وہ تمام اشعار جو جناب تمنا عمادی صاحب کے واسطہ سے رسالہ معاصر (۱۹۴۱ء) میں شائع ہوئے ہیں اور رسالہ معاصر سے اختر اورینوی نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے حکیم محمد شعیب رضوی پھلواروی ؒ (م ۱۹۵۶ء) نے بھی ان اشعار کو تذکرہ شعرائے پھلواری میں پیش کیا ہے۔ حکیم شعیب صاحب محقق مورخ ہیں۔ ان کی تحقیق کا اعتبار ہے۔

(ب) جناب عزیز الدین بلخی نے اپنی کتاب ''تاریخ شعرائے بہار'' میں شاعر کی حیثیت سے حضرت سجادؔ کا ذکر کیا ہے اور ریختہ کے دو اشعار بھی پیش کیے ہیں جو ان ہی اشعار میں سے ہیں جیسا کہ ہم نے اوپر اس کتاب کا حوالہ پیش کر دیا ہے۔ تاریخ شعرائے بہار ۱۹۳۰ء میں مرتب ہوئی ہے۔ رسالہ معاصر میں کلام ۱۹۴۱ء میں شائع ہوا ہے، تاریخ شعرائے بہار کی تالیف کے گیارہ سال کے بعد۔

(ج) حکیم احمد اللہ ندوی نے رسالہ بہارستان (اگست ۱۹۳۱ء) کے حوالہ سے حضرت سجاد کی جو دو غزلیں نقل کی ہیں وہ ان ہی غزلوں میں سے ہیں جو حکیم شعیب رضوی صاحب نے پیش کی ہیں، وہ رسالہ بہارستان کا یہ شمارہ تمنا عمادی صاحب کے (معاصر ۱۹۴۱ء میں) پیش کرنے سے دس سال قبل شائع ہو چکا تھا۔

(د) معین الدین دردائی نے رسالہ نگار کے جنوری ۱۹۳۵ء کے شمارے سے حضرت سجاد کی ایک غزل پیش کی ہے۔ یہ بھی تمنا عمادی صاحب کے معاصر میں مطبوعہ مضمون سے چھ سال پہلے شائع ہو چکی تھی۔

اس لئے ڈاکٹر صاحب کا حضرت سجادؒ کے اردو کلام کو تمنا عمادی صاحب کی تصنیف قرار دینا درست نظر نہیں آتا۔ بلکہ میرے خیال میں جناب تمنا عمادی نے حکیم شعیب رضوی کی تحقیق سے استفادہ کیا ہے اور حضرت سجادؒ کے اردو کلام کو ان سے لے کر اپنے مضمون میں شائع کر دیا ہے۔

ہم ذیل میں حکیم محمد شعیب رضوی پھلواروی کی کتاب ''تذکرہ شعرائے پھلواری قلمی'' سے حضرت سجادؔ قدس سرہ کا ریختہ کلام پیش کر رہے ہیں۔ تذکرہ شعرائے پھلواری کا ابتدائی کچھ حصہ بزم شعرائے پھلواری کے نام سے رسالہ معاصر (مئی، جون اور اگست ۱۹۴۹ء) میں ضمیمہ کے طور پر شائع ہوا تھا، یہ اشعار اس میں بھی موجود ہیں۔

کیونکہ بتادیں بھلا حالت سجاد زار ❁ عشق سیتی دل میں درد، درد سیتی بیقرار
کوئی مصیبت کے وقت اپنا سنگھاتی نہیں ❁ تو میری فریاد سن اے میرے پروردگار
شکل رہائی نہ اب آئے گی ہم کو نظر ❁ جان کا پھندا بنی کشمکش روزگار

رکھے ہے یہ کد سے دیکھ در پہ جبیں نیاز ۞ بندہ عاصی کو بخش مالک آمرزگار
شب ہے کس کی بھلی دن ہی کسی کا بھلا ۞ یونہی دیکھا یا کرے گردش لیل ونہار
صدقے تیرے ساقیا آج لگادے سبیل ۞ وارد میخانہ ہے زاہد پرہیزگار
ہجر کے دن نامہ بر عاشق غمگیں کے ہیں ۞ آہ سحرگاہی ونالۂ شبہائے تار
آپ الگ ہیں خفا دل ہے جدا بے کہا ۞ آپ ہی ٹک سوچئے کیا کرے سجادؔ زار

....

جو گھڑی جاوے گزر دور مئے وجام کے بیچ ۞ ہے بہ از عمر خضر گردش ایام کے بیچ
خوگر غم کے تئیں یاد بہت آوے ہے ۞ لمحۂ رنج جو تھا مدت آرام کے بیچ
بیچ ان انکھڑیوں کے ابلے ہے ایسی مستی ۞ موج مئے جوش کرے جیسے کبھو جام کے بیچ
مجھ سیتی سن لے ارے نام ونشاں کے طالب ۞ بے نشانی ہی رہی ہے ہوس نام کے بیچ
یاس کے بیچ وہ گھل مل کے ہوئی یاس کے رنگ ۞ کوئی حسرت جو رہی ٹک دل ناکام کے بیچ
دل ہی جانے ہے جو ہووے ہے ادا خاص اونکی ۞ عالم جلوہ فروزیٔ سر بام کے بیچ
جب سیتی اوس بت خود کام سیتی کام پڑا ۞ جی نہیں بہلے ہے سجادؔ کسو کام کے بیچ

....

بیداد کون جانے ہے بیداد کے تئیں ۞ صیاد مت کہو میرے صیاد کے تئیں
گل چیں بڑھ کے جائے نہ صیاد کے تئیں ۞ اتنا چتا دو مرغ چمن زاد کے تئیں
جنت ہی کی ہوس نہ تھی آخر وہ شیخ جی ۞ دوزخ میں جو کہ لے گئے شداد کے تئیں
آساں نہیں تجھ ایسے کی تصویر کھینچنی ۞ آئینہ کر نہ دیوے یہ بہزاد کے تئیں
غم خوش رہے کہ ایک یہی تو فراق میں ۞ رکھے ہے شاد خاطر ناشاد کے تئیں
کیسے ہوں آج کوئی مسلمان دیندار ۞ جب لوگ دین سمجھے ہیں الحاد کے تئیں
ہیں طفل اشک مردم دیدہ کے نور چشم ۞ پٹکے ہے کون خاک پہ اولاد کے تئیں
عارض گلاب زلف ہے، سنبل تو نرگس آنکھ ۞ گلشن ہی ہم تو پاویں ہیں صیاد کے تئیں
طوفان اشک اور جوانی کی ناؤ ہائے ۞ سمجھا دو ٹک کوئی میرے سجادؔ کے تئیں

....

میری حسرتیں دل میں گھبراتیاں ہیں ۞ نکلنے کی راہیں نہیں پاتیاں ہیں
تری مست آنکھوں کی یہ پتلیاں تو ۞ تماشا قیامت کا دکھلاتیاں ہیں
ایدھر بدلیاں ہیں اودھر میری آنکھیں ۞ وہ پانی تو یہ اشک برساتیاں ہیں
صلاح اپنی آنکھوں کی اے دل نہیں کیا ۞ کوئی کام کی بات بتلاتیاں ہیں
خدارا بتاویں کہ ٹک ہم کو سانسیں ۞ کہاں آتیاں ہیں کہاں جاتیاں ہیں
ارے پاس یہ حسرتیں ہیں جو میری ۞ ترا نام سن سن کے گھبراتیاں ہیں
سر بزم دکھلاویں ہیں بسکہ شوخی ۞ وہ آنکھیں جو خلوت میں شرماتیاں ہیں
بنیں جو کہ تیر بلا کا نشانہ ۞ فقط اہل دل ہی کی وہ چھاتیاں ہیں
امیدیں جو مہمان ہیں میرے دل میں ۞ لہو پیتیاں ہیں جگر کھاتیاں ہیں
سنا ہوں کہ اکثر نگاہیں تمہاری ۞ مرے قتل کے بعد پچھتاتیاں ہیں
موا جائے سجادؔ ہے جس کے غم میں ۞ وہ شکلیں نگاہوں میں کیوں آتیاں ہیں

....

سمجھاؤں ہوں یہی دل ناکام کے تئیں ۞ آغاز بیچ سونچ لے انجام کے تئیں
چرخ بریں فرود ہے زینے سیتی تیرے ۞ بولے ہیں عرش لوگ تیرے بام کے تئیں
کیا جاوے گا بگڑ کہیں قدرت کا ہاتھ ٹک ۞ دیوے پلٹ جو گردش ایام کے تئیں
سودا کرے ہے غم کا جو بازار عشق میں ۞ سو دکھ کے بھاؤ بیچے ہے آرام کے تئیں
واعظ سناوے سدرہ وطوبی کی گفتگو ۞ ہم چاہیں اپنے سرو گل اندام کے تئیں
بولے ہے شیخ مجھ سیتی ساقی کو کہد وتم ۞ ایدھر کو بھی بڑھاوے کسو جام کے تئیں
زاہد کرے ہے کعبۂ میخانہ کا جو حج ۞ رنگے ہے مئے میں جامۂ احرام کے تئیں
بھاوے نہیں ہے شیخ کو صحبت یہ میکشو ۞ بٹھا دو ساتھ مت کسو بدنام کے تئیں
سجادؔ! کاہے کھینچے ہے تو آہ نارسا ۞ توڑے ہے کوئی بھی ثمر خام کے تئیں

....

پہلے تو بند کرلے لب وچشم وگوش کو ۞ پھر کھول باب قلعہ ادراک وہوش کو
فتنے جو تھے امید کے بٹھا چکی ہے یاس ۞ اودھر ہی رکھ لو اب نگہ فتنہ کوش کو

چہرہ کا رنگ اوڑتا بھلا کیونکہ تھامئے ۞ پی جاؤں یوں تو اشک کو روکوں خروش کو
ہم تم جہاں تھے حضرت دل تک وہاں نہ تھے ۞ کیا اطلاع حال بیچارے سروش کو
آرے بہار! آمیری وحشت ہے منتظر ۞ رکھا ہے اوس نے تیرے لئے اپنے جوش کو
جیسے ملے تھے آکے کسی اور سیتی کل ۞ ایسا بھلا دیا غم فردا نے دوش کو
جاوے ہے میکدہ، لئے سر پر سبوئے مئے ۞ دیکھو تو ایک شیخ مصلا بدوش کو
عریانی جنوں کی مصیبت ہے اور ہی ۞ ٹک عقل ہووے سالک پشمینہ پوش کو
سجادؔ جو پھرے ہے دوانہ بنا تمام ۞ بھانپے ہے اہل حیرت وارباب ہوش کو

....

یہ تو نہیں کہتے ہیں کہ سر توڑ نہ دیوے ۞ کہتے ہیں دوانہ میرا در توڑ نہ دیوے
گلچیں چلا گلشن، گل تر توڑ نہ دیوے ۞ دیکھو میرا دل میرا جگر توڑ نہ دیوے
نالے کا میرے دیوے جواب اس کا تو کیا ذکر ۞ پہلے ہی کبوتر کا وہ پر توڑ نہ دیوے
دم توڑ جو دیوے ہے حساب آپ مرنے ہے ۞ تا حشر جئے سانس اگر توڑ نہ دیوے
اللہ رے درازیٔ شب غم، مجھے ڈر ہے ۞ یہ سلسلۂ شام وسحر توڑ نہ دیوے
کھاوے ہے میرے سر کی قسم وعدہ پر ظالم ۞ وہ ساتھ قسم کے میرا سر توڑ نہ دیوے
اک ٹکٹکی اس حور کی جانب ہے دم نزع ۞ موت آکے میرا تار نظر توڑ نہ دیوے
رکھے ہوں نظر یں کے پہنچنے کا ارادہ ۞ ہمت مری وہ رشک قمر توڑ نہ دیوے
معشوق کو بیدرد کوئی کیسے کہے گا ۞ جو آس بندھے اوس کو اگر توڑ نہ دیوے
رہ رہ کے ہمارے دل نازک کو نہ دیکھو ۞ شیشے کے تئیں تیر نظر توڑ نہ دیوے
سجادؔ جو ناز اوس کا اٹھاوے کو چلے آپ ۞ دیکھو کہیں یہ بار کمر توڑ نہ دیوے

....

دم بھی گھوٹے ہے غم سیتی، نکلے نہیں ہے جان بھی ۞ ہائے زمین سخت ہے، دور ہے آسمان بھی
ایسے ہی غیروں کے تئیں کسد ہوا اپنا جان نثار ۞ لاؤ گے قتل گہ کے بیچ، لیوو گے امتحان بھی
بیچ تمہارے جمع ہے رنگ جلال وہم جمال ۞ آنکھ سیتی ستم شعار، دل سیتی مہربان بھی
ہوے جو اختتام وہ جب کہیں ہووے یہ ختم ۞ قصہ عمر پر رہا ہجر کا داستان بھی

آج وہ اپنے گھر سیتی نکلے ہیں فاتحہ پڑھے ۞ جبکہ نہ میری قبر کا باقی بچا نشان بھی
ہوئے ہزار جی پر غم شرط وفا یہ ہے مگر ۞ آنکھیں بھی خشک ہی رہیں، بند رہے زبان بھی
تم ہی تو ہو ہماری جاں، تم ہی سیتی تو ہے جہان ۞ کیونکہ نہ ہم مناویں خیر، جان ہے تو جہان بھی
جی کے تئیں دیا کہ واں جاویں تو ہم کسو طرح ۞ نہ سیتی اون کے روبرو ہو سکے ٹک بیان بھی
سجدہ گزار آستاں تیرا غلام نقشبند ۞ رحم کا خواستگار ہے رحم ہو تیری شان بھی

....

جب موسم گل آن کے تائید کرے ہے ۞ تب جوش جنوں عقل کی تردید کرے ہے
پرویز و نل و کوہ کن و وامق و مجنون ۞ جو ہے وہ مری بات کی تقلید کرے ہے
اوٹھیگا یہاں پھر نہ کبھو شور تمنا ۞ دل پیچ کے بھی یاس اب امید کرے ہے
جو پیچ محبت کے فنا ہوئے ہے اے دل! ۞ حاصل وہی تو ہستی جاوید کرے ہے
جس روز کہ پہنچے ہے نئی کوئی مصیبت ۞ اس روز ترا خوگر غم عید کرے ہے
رکھے ہے جبیں در پر تیرے گنبد گرداں ۞ سجدہ تیرے دروازہ پر خورشید کرے ہے
گردسم رہوار تیرا پہنچے ہے جس جا ۞ ہیبت سے وہاں خنگ قمر لید کرے ہے
قاصد کے تئیں چاہئے کہہ دے جو کہیں ہیں ۞ کیوں اپنی طرف سے کوئی تمہید کرے
سجادؔ جو سمجھے ہے خود اپنی تئیں موجود ۞ وہ فہم نہیں معنی توحید کرے ہے

....

ہجر کی رات بہت بھاری ہے ۞ عشق کی بات بہت بھاری ہے
بھیج دیویں نہ کلیجا اپنا ۞ یہ ہی سوغات بہت بھاری ہے
الٹی جاوے ہے بساط دل اب ۞ ایسی تو مات بہت بھاری ہے
نامۂ شوق کا آیا یہ جواب ۞ اب ملاقات بہت بھاری ہے
نفی کے بعد ہے اثبات صحیح ۞ خالی اثبات بہت بھاری ہے
کل جو بوجھا تھا بہت ہی ہلکا ۞ آج ھیہات بہت بھاری ہے
خوگر غم کے تئیں بھی سجادؔ ۞ غم آفات بہت بھاری ہے

....

یہاں خدا کو پاوے کوئے ۞ جب خود کو یا خودی کو کھوئے
ہوش و خرد جب رکھے کوئے ۞ تجھ مکھڑے پر عاشق ہوئے

جی نہ رکھے کا ہے کوئے ۞ بیٹھا بیٹھا سِسکے روئے
دنیا ہے عقبیٰ کا کھیت ۞ وہ کاٹے جو دہقاں بوئے
خاک آوے عاشق کے نیند ۞ دل تڑپے تو کیسے سوئے
ہم تو کیا جو کرے کو تھا ۞ اب صاحب جو ہوئے سو ہوئے
تمرے تئیں جو ہوئے عشق ۞ تب بتلاو کیسا ہوئے

....

پڑھے عاشق جب کہ نماز ۞ دیر طرف منہ اوس کا ہوئے
بیچ وضو کے جی سیتی ہاتھ ۞ آنسو سیتی منہ کے دھوئے
نالہ تم کھینچو سجادؔ ۞ اب چاہے کچھ ہوئے نہ ہوئے

....

بھٹی کو چلا گیا ہوتے سحر، پوچھو تو کوئی سجادؔ سیتی ۞ تھا رات تلک تو کام اس کو، اشغال سیتی اوراد سیتی
ٹک میری طرف سیتی جا کے کہیئے تو صیاد سیتی ۞ اب جان لبوں پر بلبل کے پہنچی تیری بیداد سیتی
تنہائی فرقت میں کیا کیا اپنا نہ یہ دل گھبرائے ہے ۞ پہلے ہے جو ٹک یہ ناشدنی تو صرف تمہاری یاد سیتی
جب آگ دھند ھکتی ہو اس پر مت چھینٹو تیل خدارا ۞ کیا دل کی خوشی کو پوچھو ہو اے یارو اک ناشاد سیتی
اے باد سحر اے موج صبا لے جلد ہماری آ کے خبر ۞ نکلا ہے ہمارا کام سدا اک تیری فقط امداد سیتی
سن پایا ہے اوس نے دل میرا کعبہ ہے گھر اللہ کا ۞ اب کھود کے اوسکو پھکوادے وہ بت نہ کہیں بنیاد سیتی
جو دیکھ کے ہم کو ہاتھ ملے پچھتاوے اور افسوس کرے ۞ بتلادو کوئی کریں شکوہ کیا، ایسے ستم ایجاد سیتی
ٹھانا تو بہت اب جاویں گے ہر گز نہ کسو کے کوچہ میں ۞ ہر بار مگر مجبور رہے ہم اپنے دلِ ناشاد سیتی
توڑا ہے وہ کب کا تقوی کو بھٹی میں تو اس کی گزرے ہے ۞ سجادۂ مسجد کی بابت مت پوچھو اب سجادؔ سیتی

....

جب چال چلے اٹھلاوے ہے ۞ جب بولے تب اتراوے ہے
میں دل کو یوں سمجھاوں ہوں ۞ گھبراوے مت وہ آوے ہے
اندھیاری میں جگمگ جگمگ ۞ کچھ دور سیتی دکھلاوے ہے
جی دیوے کا ہے بھوک سیتی ۞ عاشق بیٹھا غم کھاوے ہے
اک دم پیسا ہڈی ہڈی ۞ پہچان بھی کوئے پاوے ہے

فرقت بھی تیری دیکھا دیکھی ❁ اب میرے تئیں تڑپاوے ہے
بن بن جو پھرے مارا مارا ❁ سجادؔ وہی کہلاوے ہے

....

زہد ریا سے زاہد تو بہ نہیں کرے ہے ❁ نادان اپنے حق میں اچھا نہیں کرے ہے
کچھ بن نہیں پڑے ہے دل کی ہوس کے آگے ❁ اپنے تو جانتے یہ کیا کیا نہیں کرے ہے
یوں ڈوبتا جو ہوئے دریا کے بیچ کوئی ❁ تیرا ک بیٹھا بیٹھا دیکھا نہیں کرے ہے
ہو جاوے ہے محبت خود اپنے آپ ناصح ❁ کوشش سیتی تو کوئی پیدا نہیں کرے ہے
سجادؔ یاد آیا تو بیٹھے بیٹھے بولے ❁ اب کوئی در پر آکے رویا نہیں کرے ہے

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

—(جاری)

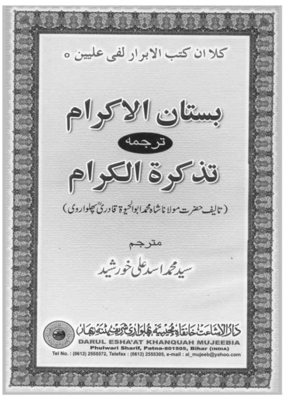

بستان الاکرام

ترجمہ

تذکرۃ الکرام

(تالیف حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحیوۃ قادری پھلواروی المتوفی: ۱۲۷۶ھ)

مترجم

پروفیسر سید محمد اسد علی خورشید

”بستان الاکرام“ خانوادۂ مجیبیہ کے ایک ذی وقار عالم حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحیات قادری قدس سرہٗ کی دو سو سالہ پرانی فارسی تصنیف ”تذکرۃ الکرام“ کا اُردو ترجمہ ہے، جسے پروفیسر سید محمد اسد علی خورشید سینئر پروفیسر شعبۂ فارسی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے سلیس اور عام فہم انداز میں پیش کر کے ترجمہ نگاری کا بہترین حق ادا کیا ہے اور بہار کی خانقاہوں کے بزرگان دین کے حالات زندگی پر ریسرچ کرنے والوں کے لیے سہولت فراہم کی ہے۔

یہ کتاب ایک مستند تاریخی دستاویز ہے، جس میں خانقاہ مجیبیہ کے تمام بزرگوں کے تذکرے اور ان کے مختصر حالات موجود ہیں۔

ساڑھے پانچ سو صفحات کی بہترین طباعت سے آراستہ — اس کتاب کی قیمت محض -/300 روپے ہے، دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ سے آج ہی طلب فرما کر معلومات میں اضافہ کریں۔

رابطہ: +91-9942000618, 612-318-1835

یادگار خطوط

• پروفیسر شاہ مقبول احمد

پروفیسر شاہ مقبول احمد اردو ادب کے حلقہ میں تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ ان کا تعلق شیخ پورہ (بہار) سے ہے، صاحب مناقب الاصفیا حضرت مخدوم شعیب فردوسی قدس سرہ سے نسبی سلسلہ ہے۔ پروفیسر صاحب کلکتہ میں اردو کے پروفیسر تھے۔ علم و تحقیق سے تعلق تھا۔ ان کی متعدد تصنیفات ہیں۔ تحقیق کے سلسلے میں ہی حکیم شاہ محمد شعیب رضوی پھلواروی ؒ سے ربط ہوا، ملاقات ہوئی، یہ حکیم شعیب رضوی ؒ کی حیات کا آخری دور تھا، شاہ مقبول احمد صاحب نے کچھ مسائل سے متعلق تحریری سوالات کیئے، حکیم صاحب ؒ نے تشفی بخش تحقیقی جواب دئے، ان خطوط کو انہوں نے محفوظ رکھا تھا، بعد میں ایک مختصر تحریر کے ساتھ ان کو ''یادگار خطوط'' کے نام سے ماہنامہ صنم پٹنہ کے بہار نمبر ۱۹۵۹ء میں شائع کیا۔ شاہ مقبول احمد صاحب کا انتقال ۸۳ رسال کی عمر میں ۱۹۹۹ء میں کلکتہ میں ہوا۔ یہ خطوط بعض ادبی و تحقیقی مسائل میں اہمیت رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کو المجیب میں شائع کیا جارہا ہے — (ادارہ)

مولانا حکیم سید محمد شعیب رضوی پھلواروی مرحوم اپنی تالیفات و تصنیفات کی وجہ سے دور حاضرہ کے قابل قدر مصنفین کی صف میں نظر آتے ہیں، مولانا کے قلمی کارناموں کی اہمیت اس لئے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ صاحب موصوف نے ایسے مباحث و موضوعات پر قلم اٹھایا تھا جن کے متعلق مواد فراہم کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا مگر تمام عمر کی تحقیق و تفتیش اور اس سے زیادہ ان کے اخلاص عمل نے ان کو لیلی مقصود سے ہم کنار کر دیا تھا، جس کے نتیجہ کے طور پر متعدد بیش قیمت تالیفات کا وجود عمل میں آگیا جو آئندہ نسلوں کے لئے شمع راہ کا کام کریں گی، اعیان وطن، حیات فرد، بزم شعرائے پھلواری، اشکوں کے خونیں قطرات، (مجموعہ میراثی) کے علاوہ ریاست بہار کے صوفیا، صلحا، شیوخ، علما، فضلا کا ایک جامع تذکرہ ''تجلیات انوار'' کے نام سے مرتب کر دیا جو اس موضوع پر ان کے ایک قابل قدر کارنامہ کی حیثیت سے یادگار رہے گا، ضرورت ہے کہ ''دارالاشاعت'' پھلواری شریف ان تمام غیر مطبوعہ مسودات کو زیور طبع سے آراستہ کر کے افادۂ عام کا کار ثواب انجام دے۔

مولانائے موصوف ایک قدیم طرز کے بزرگ تھے اوران کی یہ وضع قدیم نہ صرف ان کے عادات واطوار، طرز بود و ماند، رفتاروگفتار سے ظاہر تھی، بلکہ اس کی جھلک ان کی حدود مطالعہ، طریقۂ تحقیق اور انداز تحریر میں بھی صاف دکھائی دیتی ہے، جس کی وجہ سے ان کے یہاں تحقیق جدید کامعیار تو نہ تھا اور طرز نگارش بھی جدید نثر کے اوصاف سے مزین تو نہ تھی مگر ان کے بے پایاں اخلاص وانکسار کا اثر ان کی ہر سطر سے نمایاں ہے، حالانکہ موصوف نے اپنے موضوعات کے اعتبار سے صدہا نادر نوشتے، خاندانی یادداشتیں قدیم بیاض، قیمتی سفینے، بے شمار کتب سوانح ورسائل تاریخی دیکھ ڈالے تھے، مگر کثیر المطالعہ ہونے کا غرور و پندار ان کی تمام تصانیف میں کسی جگہ نہیں ملتا، ان کا انکسار اس کے لیے اور بھی باعث کشش تھا جس نے ان سے شرف ملاقات حاصل کیا تھا۔

مولانا نے اپنے مختصر حالات ''اعیان وطن'' میں لکھ دیئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی پیدائش ۲۹ر جمادی الاولی بروز چہارشنبہ ۱۳۰۱ھ میں ہوئی، عربی، فارسی، اردو کی تعلیم کے بعد علم طب اورفن خوش نویسی میں مہارت حاصل کی صوفیا کے حالات وسوانح کے مطالعہ اورفن خوش نویسی کے خاصہ یکسوئی وگوشہ نشینی کا یہ فیضان تھا کہ مولانا نے تمام عمر فقر وغنا کے زیر سایہ صبر و قناعت کے ساتھ خانقاہ کی بوریانشینی کی اور مطالعہ وتصنیف وتالیف میں زندگی گزاری، پھر دم آخر بتاریخ ارستمبر ۱۹۵۴ء مطابق ۳ر محرم الحرام ۱۳۷۴ھ دنیا سے اس طرح رحلت فرمائی کہ بعضوں نے سنا اور بعضوں کو خبر تک نہ ہوئی۔

خوش قسمتی سے میں ان سے ملنے ایک بار پھلواری شریف گیا تھا شرف نیاز حاصل کرنے کے موقع پر ان کی ذات میں مجھ کو ایک بڑی پرکشش شخصیت نظر آئی، گھنٹے دو گھنٹے یہ لطف صحبت رہا۔ اس کے بعد کچھ خط وکتابت کے اعزاز واکرام سے سرفراز ہوا، چنانچہ اسی رسم مراسلت کا حاصل یہ خطوط ہیں جو تعداد میں ۹ ہیں، اب نذر ناظرین ہیں۔

ان خطوط میں شعرائے پھلواری پر روشنی پڑتی ہے، اس لئے ادبیات بہار کے طالب علم کے لیے قابل مطالعہ ہیں، کیونکہ متقدمین شعرائے بہار میں پھلواری شریف کے صوفی شعرا کی اہمیت مسلمہ ہے، خصوصیت کے ساتھ خواجہ عمادالدین قلندر، غلام نقشبند سجاد، شاہ آیت اللہ جوہریؔ کے متعلق جوامور زیر بحث آئے ہیں ان کو مسئلہ متنازع ہونے کی وجہ سے ان دنوں خاص اہمیت حاصل ہے۔

مولانا کا انداز تخاطب حد درجہ کریمانہ وفیاضانہ ہوتا تھا جس کے لئے میں اپنے کو سزاوار نہیں تصور کرتا، اس لئے خطوط سے وہ سطور حذف کردی گئی ہیں۔

(۱) ''ایک ملفوظ گرامی نامہ شرف ورود ہوا، جناب کی یادفرمائی کا مشکور ہوں جن امور کے متعلق جناب نے استفسار فرمایا ہے گزارش ہے کہ اگرچہ مجھے تاریخی دل چسپی ضرور ہے مگر میرے معلومات بالکل محدود ہیں، صوبہ بہار کا علمی وعرفانی خاندان بہت وسیع ہے اور ہر خاندان میں نامی گرامی علما، فضلا، شعرا ہوئے، مگر ان کے علمی ذخائر انہی کے خاندان کے افراد کے پاس رہے، صوبہ بہار باوجود معدن علم وفضل ہونے کے یہاں ایک عیب تھا جو اب تک ہے کہ کوئی بھی اپنے بزرگوں کی علمی

یادگاروں کو منظر عام پر نہیں لایا اور نہ کبھی لانے کا خیال ہوا بلکہ زیادہ تر خاندانوں کے افراد تنگ دل رہے کہ اپنے بزرگوں کی یادگاروں کو اپنے ہی تک محدود رکھے رہے اور دوسروں تک پہنچنے نہ دیا۔ اگر کسی نے ان سے ان کی نقلوں کا مطالبہ بھی کیا تو طرح طرح کے حیلوں سے ٹالتے رہے اور یہی وجہ ہے کہ ایسے متلاشی اور متجسس اشخاص کے لیے ایسے جواہر پاروں کا اکٹھا کرنا دشوار ہوگیا ہے، صوبہ بہار کے دیگر خاندان کے علمی خدمات کا پتہ میں اسی سبب سے نہیں دے سکتا ہوں، رہ گئے اکابر پھلواری چونکہ وہ لوگ ہمارے بزرگان میں سے تھے اور ان کی چیزوں پر میرا دسترس تھا، اس لئے ہم نے نہایت عرق ریزی اور جاں فشانی سے اکٹھا کرلیا ہے، شعرائے پھلواری کا تذکرہ مرتب ہے مگر ضخیم بہت ہے، میری بے استطاعتی اشاعت کی اجازت نہیں دیتی ہے، مگر بہ ہمت عزیزان بہ رسم بہ نیک نامی کوئی اہل استطاعت چاہے تو طبع کرا سکتا ہے۔

حضرت خواجہ عماد الدین قلندر کے کلام کے متعلق جو جناب نے سوال کیا ہے کہ شعرائے پھلواری میں ان کا ذکر میں نے کیوں نہیں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خواجہ عماد الدین قلندر ہمارے پیران میں ہیں اور نسبی جزئیت کا فخر بھی رکھتا ہوں، ان کے باقیات صالحات اگر ہوسکتے ہیں تو دو ہی جگہ یا خانقاہ پھلواری میں یا خانقاہ منگل تالاب پٹنہ میں، ان دونوں جگہوں میں سے کسی جگہ ہم کو ان کا کلام نہیں ملا اور ہمارے متقدم بزرگوں سے کسی نے بھی ان کو شاعر نہیں لکھا ہے اور جو کلام ان کی طرف منسوب ہے فرضی ہے۔ پھر یہ جانتے ہوئے میں ان کو شاعروں کی صف میں لاکر کس طرح کھڑا کر دیتا، ان کے جو کچھ برکات از قسم اوراد و وظائف ہیں انہی دو خانقاہوں میں پائے جاتے ہیں کیونکہ یہ دونوں خانقاہیں انہی کے سلسلے کی ہیں۔

حضرت جوہریؔ کی مثنوی قلمی ہے اور غیر مطبوع، اس کا ایک ہی نسخہ ہے جو پروفیسر مولوی حسن عسکری کے پاس ہے، ان کے اردو اور فارسی کلام کو بزم شعرائے پھلواری میں میں نے نقل کیا ہے، ان کے مراثی بھی ہیں اور بھی اگلے بزرگان پھلواری کے اردو مراثی موجود ہیں، جیسے حضرت جوہریؔ، ثروت پھلواری، سرشار پھلواری، ترقی پھلواری، تپاں پھلواری، ظہور پھلواری، فرد پھلواری مگر میں اکیلا چنا کیا بھاڑ پھوڑ سکتا ہوں۔ چیزیں ہیں، اہل ذوق جستہ جستہ اس کو منظر عام پر لاکر صوبہ بہار کے ادبی خدمات کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

متقدمین شعرائے پھلواری میں سب صاحب دیوان ہیں اور ان کا دیوان موجود ہے، مگر کل فارسی ہے، اردو بہت کم کہتے تھے، سب فارسی میں شعر کہتے تھے، ہاں: اردو زبان سے مصرف مراثی میں لیا ہے کوئی اردو کا دیوان متقدمین کا نہیں ہے متاخرین کا اردو دیوان نعمتی کا ہے، حضرت غنی کا ہے، اس کے بہت بعد کے لوگوں میں قیصر پھلواری جو ناسخ کے شاگرد تھے اور وصی پھلواری اور نظم پھلواری کا دیوان اور ان تمام بزرگوں کے کلام کا نچوڑ ہماری کتاب بزم شعرائے پھلواری میں موجود ہے، مگر وہ غیر مطبوع ہے۔

نورچشم مولوی یوسف رضوی کا کوئی رسالہ ادب اردو میں نہیں ہے، انہوں نے نعمتیؔ پر مقالہ ’’رفیق‘‘ میں ہماری کتاب بزم شعراء سے لے کر ترتیب دے کر رسالہ ’’رفیق‘‘ گیا میں شائع کیا تھا۔

عرصہ سے میں تذکرۂ مشائخ وعلمائے صوبہ بہار کی تدوین میں مصروف ہوں اور کافی مواد حاصل کر کے ترتیب دے چکا ہوں اور کئی جلدوں میں لکھا ہے۔

تجلیات انوار تذکرۂ فضلائے بہار تجلیات انوار تذکرۂ علمائے بہار مولوی سید مناظر احسن صاحب گیلانی کی نظر سے وہ کتاب گزری ہے، مولوی عسکری اپنے مقصد سے اکثر تشریف لاتے اور کتب خانہ خانقاہ سے اکثر چیزیں نقل کر کے لے جاتے ہیں، تذکرہ علمائے بہار کا حصہ اول فی الحال انہی کے پاس ہے۔

فی الحال خاندان امجھر کا مکمل تذکرہ میں نے لکھا ہے، مولوی عسکری صاحب نے اس کو پڑھ کر اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا ہے، افسوس یہ ہے کہ میں اپنی کبر سنی اور ضعف بصارت کی وجہ سے کسی کام کا نہیں رہا ہوں اگر جسمانی طاقت اور بصارت یاری دیتی تو شاید کچھ اور خدمت کرتا، معلوم نہیں

تیرگی شب میں بیاض صبح دمید ❁ کمر بہ بندم و ہنگامۂ رحیل رسید

جناب نے اپنا تعارف نہیں کرایا، صرف شاہ مقبول احمد پر ختم کیا، پتہ بھی انگریزی میں، زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم۔ والسلام خط کے پہنچنے سے واپسی ڈاک سے مطلع کیجئے۔

ناچیز دعا گو
شعیب غفر اللہ لہ
از پھلواری شریف
۴؍شعبان روز سہ شنبہ ۱۳۷۱ھ

(۲)

جوابی کارڈ موصول ہوا جس میں گذشتہ گرامی نامہ کے جواب نہ بھیجنے کی شکایت ہے، تعجب ہے کہ جواب کیوں نہیں پہنچا، آپ نے جو پتہ لکھا تھا اسی پتہ سے خط فی الفور واپسی ڈاک سے روانہ کیا گیا ہے، مگر خط نہ پہنچا، اس میں میری تساہلی و کوتاہی کو دخل نہیں ہے، جواب پھر عرض کر رہا ہوں، خدا کرے پہنچے۔

(۱) حضرت سجادؔ قدس سرہ کا کوئی اردو مکمل دیوان نہیں ہے، چند غزلیں ہیں، جو میرے پاس موجود ہیں، ان کو جس پرچہ میں جو چاہے شائع کرے، اگر خواہش ہے تو اس کی نقل بھیجی جا سکتی ہے، میں ایک گمنام انسان ہوں، میری کوئی آواز موثر نہیں ہے، اسی لئے میں جب کسی پرچہ کو دیتا ہوں تو وہ ردی کے ٹکڑے میں ڈال دیا جاتا ہے، جن کو شہریت عامہ حاصل ہے اور

عام قبولیت کا مرتبہ رکھتے ہیں، وہ اگر چاہیں تو لے کر شائع کریں۔

(۲) حضرت جوہریؔ کا رنگ اردو میں تغزل کا نہیں ہے، وہ مثنوی و مراثی اردو میں کہا کرتے تھے اس کا مجموعہ بھی ہے، اس کی نقل بھی بھیجی جاسکتی ہے۔

(۳) حضرت تپاں اور حضرت فرد و دیگر شعرائے پھلواری کا اردو کلام بھی موجود ہے، متوسطین میں حضرت نعمتیؔ کا کلام بھی زیادہ قابل قدر ہے اور اس لائق ہے کہ اردو ادب میں اس کو ممتاز جگہیں دی جائے، نعمتیؔ کا دیوان مکمل ہے۔

جن شعرائے متقدمین کا کلام موجود ہے اس کی جو زبان ہے اس میں ردو بدل کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے، جس طرح نظم ہوا ہے ان ہی الفاظ میں موجود ہے اور اسی طرح اس کی نقل دی جاسکتی ہے۔

والسلام

شعیب از پھلواری

۲۵/ ذی الحجہ روز سہ شنبہ ۱۳۷۱ھ

(۳)

گرامی نامہ موصول ہوا جس سے میرے مرسلہ کارڈ کے وصولی کا حال معلوم ہوا، حضرت سجاد کی اردو غزلیں جو کچھ مجھے دستیاب ہوئی تھیں، میں نے تذکرہ شعرا میں درج کردیا ہے، جو جناب کے پاس ’’معاصر‘‘ کے نمبر میں موجود ہیں، ان کے علاوہ کلام موجود نہیں ہے، حضرت جوہریؔ کی ایک مثنوی جوہری مولوی عسکری صاحب کے پاس ہے، اردو قصائد اور مراثی ہیں مگر ان کی ترتیب کے ساتھ نقل کر کے بھیجنے کی ضرورت پڑے گی، اس میں تاخیر ہوگی، میں نے ایک مجموعہ مراثی کا ترتیب دینا شروع کیا ہے، جس کی سرخی ’’اشکوں کے خونی قطرات‘‘ ہیں چونکہ میں زیادہ ضعیف ہوگیا ہوں اور بصارت بھی بہت زیادہ جواب دے چکی ہے، اس لیے لکھنے میں دشواری ہوتی ہے، تاہم میں کچھ نہ کچھ کام لکھنے پڑھنے کا کرتا ہوں، یہ مجموعہ تیار ہو جائے گا تو کوشش کروں گا کہ اس کی ایک نقل جناب کی خدمت میں ارسال کردوں، شعرائے پھلواری کے اردو کلام بہت ہیں، مگر اس کی طرف کسی کو توجہ نہیں ہے، حضرت جوہریؔ کے قصائد کا مجموعہ جس کو میں نے صاف کیا ہے، مولوی عسکری صاحب لے گئے ہیں، اتوار کو اکثر تشریف لاتے ہیں، آجائیں گے تو ان سے لے کر نقل کر کے بھیج دوں گا۔

والسلام

شعیب از پھلواری

۲۸/ ذی الحجہ جمعہ ۱۳۷۱ھ

(۴)

نامہ والاموصول ہوا،اس سے میرے مرسلہ کارڈ کے وصولی کا حال معلوم ہوا،کل بروز جمعہ تعطیل کے موقع پر مولوی حسن عسکری صاحب تشریف لائے تھے،تقریباً تین بجے دن تک کتابوں کی چھان بین ومطالعہ میں مصروف رہے پھر یک شنبہ کو تشریف آوری کا وعدہ کیا ہے،چند چیزیں وہ ہماری لے گئے ہیں،کل شاید وہ لائیں،انہی کے پاس مجموعہ مراثی بزرگان قدیم بھی ہے،وہ آجائیں تو میں اپنا کام شروع کردوں، میں نے اپنی تذکرہ کی کتاب تجلیات انوار تذکرہ شیوخ بہار میں حضرت مخدوم شعیب فردوسی قدس سرہ کا ذکر بھی کیا ہے،بڑی تجسس سے حالات بہم پہنچائے ہیں،مگر پھر بھی تشنہ تفصیل ہیں،ان کے بعد کے بزرگان کے حالات نہیں مل رہے ہیں،بجزاس کے کہ ان کے اسماء شجروں میں موجود ہیں،مگر ان کے سن ولادت ووفات ومولد ومدفن کا صحیح پتہ اب تک نہیں ہے،اگر آپ کی کوشش سے پتہ چلے تو مجھے مطلع کریں،تذکرہ کی اتنی کمی پوری کردوں،حضرت مخدوم شعیب قدس سرہ کے اقوال وصوفیانہ مضامین مناقب الاصفیا سے اقتباس کرکے درج کردیا ہے،پھر بھی مزید معلومات کا متلاشی ہوں،تقریباً پانچ چھ سوصوفیائے بہار وعلما کا تذکرہ مدون کرچکا ہوں اور بھی بزرگان بہار کے حالات کا متلاشی ہوں،یہ کاوش محض اس غرض سے ہے کہ اس قدر صوفیا ہمارے بہار میں گزرے،کسی نے ان کے حالات کی تدوین نہ کی اور بہت سے ممتاز خاندان اہل علم وصوفیا سے بہار کے بے نام ونشاں ہوگئے اوران کی یادگاریں مٹ گئیں،جو کچھ اب تک رہ گئی ہیں،اگر ان کو بھی قلم بند نہ کرلیا جائے گا تو ایک دور عنقریب ایسا آنے والا ہے کہ یہ سمجھنا مشکل ہوجائے گا کہ صوبہ بہار میں کسی زمانہ میں علما وفضلا وصوفیائے کرام بھی رہتے تھے،کرب وبے چینی نے مجھے کاوش پر مجبور کیا اور کتاب پانچ جلدوں پر مرتب ہوگئی ہے،مگر اس کی اشاعت اس زمانہ میں بہ چندوجوہ محال ہے،اول تو میں خود مالی دشواریوں کا شکار ہوں،دوسرے بہاری اخوان کو اس طرح کا مذاق نہیں رہا اور نہ ہے کہ اس محنت کی اہمیت کو سمجھیں،حضرت سید احمد جاجنیری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اوران کی اولاد کا تذکرہ بھی میں نے لکھا ہے اور نسب نامہ زیدی پر ایک سیر حاصل بحث لکھی ہے،وہ بھی اسی کتاب تجلیات انوار کی ایک ہے،آپ کی فرمائشات ممکن ہے کہ نقل کراکے بھیج سکوں،میں خود معمر اور مسن شخص ہوگیا ہوں،اس پر بصارت نے جواب دے دیا ہے،کوئی تحریری اعانت کرنے والا نہیں ہے،خود سے بحالت مجبوری کرنا ہے،اس لئے ہر کام میں تعویق وتاخیر لازمی ہوتی رہے گی،جس سے میں مجبور ہوں۔

والسلام

شعیب از پھلواری

۲؍محرم شنبہ ۱۳۷۲ھ

(۵)

گرامی نامہ موصول ہوا،خیریت دریافت کرکے مسرت ہوئی،آپ کے سوالات کے جوابات نمبروار عرض ہیں:

(۱) اشکوں کے خونی قطرات مجموعہ مراثی جس میں جوہرؔی وثروتؔ وسرشارؔ وترقیؔ کے مراثی ہیں۔اب تک پروفیسر حسن عسکری صاحب نے واپس لاکر نہیں دیا ہے، اس کا انتظار ہے، آجائے تو کام شروع کروں، ڈیڑھ ماہ سے زیادہ ہوگیا ہے، اب تک وہ تشریف نہیں لائے ہیں، مجھ کو بھی عجلت ہے کیونکہ نزول الماء کے عارضہ کی وجہ سے روز بروز بصارت کم ہوتی جاتی ہے، جب تک آنکھ کام دیتی ہے دیکھ لیتا ہوں۔

(۲) حضرت سجاد حضرت جوہرؔی کے حالات مجھے کوئی باہر سے ماخذ لانے کی ضرورت نہیں ہے، دونوں بزرگان ہمارے اجداد سے ہیں، ان کے وقت کے وان کے زمانے کے ان کے مستند اور معتمد عزیز ان کے کثیر مخطوطات کتب خانہ میں موجود ہیں، وہ ہمارے لئے ماخذ سے بڑھ کر ہیں۔

حضرت سجادؔ کے حالات تذکرۃ الکرام مولفہ مولانا ابوالحیات پھلواری وانوارالطریقہ مولانا نورالحق تپاں پھلواری جو حضرت سجادؔ کے داماد وجانشین ہیں، ان بزرگوں کی تحریریں میرے لئے ان کے حالات معلوم کرنے کے لئے بمنزلہ وحی وقرآن کے ہیں، ان کے علاوہ بحمداللہ اب تک بزرگوں کے دستخط خاص کے متعدد چھوٹے بڑے مخطوطات محفوظ ہیں۔

حضرت جوہری کا تذکرہ ان کے بھانجے اور مرید وخلیفہ وشاگرد مولانا امان علی ترقیؔ پھلواری نے اپنی فارسی مثنوی ترقیؔ میں لکھا ہے ہم سے ماخذ کا سوال ہی بے محل ہے، تذکرۃ الصالحین کے مصنف مرحوم پٹنہ کے رہنے والے اس خاندان کے مرید تھے، ان کو اس خاندان کی جزئیت نہیں پہنچتی ہے، انہوں نے جو کچھ لکھا ہے ہم لوگوں سے پوچھ کر لکھا ہے،. بہت سے بزرگوں کے حالات ہماری کتاب تذکرہ بزرگان پھلواری سے جو معارف پھلواری میں شائع ہوتے رہتے تھے، اسی سے لکھا ہے، اکثر عبارت اس کی اسی مسودہ کی عبارت کی نقل ہے۔

ہمارے یہاں کتب خانے میں کچھ یادداشتیں ہیں جن سے ادبی خدمت کرنے والا اگر چاہے تو فی الجملہ یادداشتوں سے بہاری ادب کی داغ بیل دے سکتا ہے، مگر صرف اپنی ذات سے وہ بھی اس کبرسنی وضعف بصارت کے عذر کے ساتھ کیا انجام دے سکتا ہوں، فی الحال تذکرہ اکابر وعلما شیوخ صوبۂ بہار کے تذکرہ لکھنے میں مصروف ہوں اور تقریباً تین جلدوں میں نہایت تحقیق وتدقیق کے ساتھ مدون بھی ہو چکی ہیں، خدا اس کو ہمارے خاطر خواہ تمام کرادے مگر انتہائے عمر آجانے کے بعد امید تو نہیں کہ خاطر خواہ کام کرسکوں گا، مجھ کو تو ہر ساعت ''شاید کہ ایں نفس نفس واپسیں بود'' کی یاددہانی کرا رہی ہے۔

والسلام

شعیب غفراللہ از پھلواری

۲۰؍ربیع الاول ۱۳۷۲ھ

(۶)

مبلغ چار روپیہ قیمت پیشگی ''اعیان وطن''، موصول ہوئی، دارالاشاعت میں مولانا عون احمد سلمہ کے حوالے کر دئیے۔

آج ایک لفافہ موصول ہوا، اس میں میرے گذشتہ کارڈ کے اندر حضرت سجادؔ، جوہریؔ کے حالات کے ماخذ کے متعلق ہمارے زوردار الفاظ سے شاید میری برہمی مزاج کا جناب نے اندازہ لا کر آئے ہوئے خط میں اظہار معذرت کیا ہے، میں جواب میں کسی سوال کے برہم نہیں ہوتا، ان دونوں بزرگوں کی اہمیت کا تعلق بہت ہی میرے ساتھ ہے، اس لئے ضرورت پڑی کہ زوردار الفاظ میں جواب دوں، ایسا خیال نہ فرمائیں، ایک بیٹا اپنے باپ کی شبانہ یوم صحبت کے بعد جو بات بیان کرے گا وہ یقینی اپنے معلومات کو زوردار الفاظ میں اعتماد کا گہرا رنگ ڈالتے ہوئے بیان کرے گا، چونکہ ان بزرگوں کے حالات مجھ کو اسی عنوان سے پہنچے ہیں، اس لیے اگر اظہار میں ماخذ کے کچھ زور کا پہلو نمایاں ہو گیا ہو تو معاف فرمائیے۔

آپ بھی شاید کوئی تذکرہ مدون کر رہے ہیں، خدا آپ کی سعی کو بار آور کرے، وقت تو یہی ہے کہ ایسا کام جوانی کے اعتدال مزاج کے زمانہ میں انجام دیا جائے، ہم جیسے از کار رفتہ ارذل عمر کے انسان اگر اس کا حوصلہ کرے تو واقعی کار بعد الوقت انجام دینے کے حکم میں ہوگا، مگر معلوم نہیں آپ کن مشائخ وعلما وشعرا کا حال لکھنا چاہتے ہیں، اگر ان کے نام سے مجھے اطلاع ہو اور میں نے ان کے حالات لکھے ہوں تو اس میں کچھ آپ کی خدمت کر سکتا ہوں اور اگر ان بزرگوں کے تذکرے مجھے دستیاب ہوئے اور آپ کے ذریعہ ان کی اسماء مجھ کو معلوم ہو جائیں تو ممکن ہے کہ میں بھی ان کے حالات کی بہم رسانی میں آپ کے شریک ہو جاؤں اور ان بزرگوں کے تذکرہ سے میں بھی اپنی کتاب کی کمی کو پورا کرلوں۔

میری کتابیں ضخیم اور کئی جلدوں میں ضرور لکھی گئی ہیں، مگر اب بھی بہت سے اکابر کے حالات سے خالی ہیں، چونکہ اب تک مجھے ان کے حالات دستیاب نہیں ہوئے، رہ گئی یہ بات کہ جو کچھ بھی لکھ دیا ہے اس کا منظر عام پر آنا موجودہ اقتصادی دشواریوں کے پیش نظر محال معلوم ہوتا ہے، خیر یہ بھی اللہ کا شکر ہے کہ مدون ہو گیا ہے۔

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

گرامی نامہ میں ہے کہ جناب میری زندگی کے سوانح ناقابل بیان مانگتے ہیں، استغفر اللہ ''اعیان وطن'' طبع ہو جائے اس میں میرے سیاہ نامے درج ہیں، اپنی زندگی کا کوئی لمحہ خیر میں نہ گزرا، بس یہ بات ضرور ہے کہ بزرگوں سے عقیدت رہی ان کے حالات پڑھنے اور لکھنے کا ذوق اب تک ہے۔

یکے علم کوتہ دیگرے بے ہنر

شعیب غفر اللہ از پھلواری

۲۴ ربیع الاول شنبہ ۱۳۷۲ھ

(۷)

گرامی نامہ سے میری حقیر تصنیف ''اعیان وطن'' کے پہنچنے کی خبر معلوم ہوئی اور جناب کو پسند آئی اس کا شکریہ۔ غالباً ابھی بالاستیعاب دیکھنے کا موقع نہ ملا ہوگا، جب اول سے آخر تک ملاحظہ فرمائیں تو اپنی رائے سے آگاہ فرما کر مشکور فرمائیں، اس کتاب میں بزرگان پھلواری کے حالات مختصر لکھے گئے ہیں لیکن تاریخی حالات فی الجملہ تفصیل سے لکھے گئے ہیں، تفصیلی حالات ہماری موجودہ تالیفات میں جو زیر تحریر ہیں، ملیں گی، مگر وہ اسی قدر ضخیم ہیں، جن کے طبع میں اعیان وطن کے طبع کے مصارف سے زیادہ لاگت شاید آئے گی جس کی امید قدردانوں کے اقتصادی کمزوریوں سے نہیں ہوتی مگر اللہ چاہے تو ممکن ہے۔

بقیہ تالیف کے طبع کے متعلق جو استفسار فرمایا ہے اس کا قرینہ اعیان وطن کے جلدوں کے فروخت ہو جانے پر ہے وہ بھی ارکان دارالاشاعت کی رائے پر، میری تالیف شائع کرتے ہیں یا دوسری کتاب معلوم نہیں۔

مراثی کی تدوین میری عدیم الفرصتی کی وجہ سے نہ ہوسکی ہے، اب تک بزرگان بہار کے حالات جمع کرنے میں مصروف ہوں، اس سے فرصت ہو جائے تو اس کی طرف توجہ کروں، دعا کیجئے اللہ موقع دے۔ مجھ کو اپنی عمر سے اس کی امید کم معلوم ہوتی ہے، اللہ کے علم میں ہے کہ یہ کام بھی میرے ہاتھ سے انجام پاتا ہے یا کوئی دوسرا آدمی میری جگہ منتخب کیا گیا ہے اللہ کو معلوم ہے۔

حضرت مخدوم شعیب قدس سرہ کی تاریخ وفات ۸۲۸ھ ہے، اگر چہ ملا نصیر شیخ پوروی متوفی ۱۱۴۸ھ نے ۹۰۷ھ لکھا ہے جو صریحاً غلط ہے، اگر آپ کو اس کی صحیح تاریخ معلوم ہو تو مطلع فرمائیں، عزیزم حکیم شرف الدین صاحب کو دعا سلام فرمائیں۔

والسلام

شعیب غفراللہ لہ پھلواری

۵/ جمادی الاخر جمعہ ۱۳۷۲ھ

(۸)

چند گرامی نامے جناب کے شرف ورود پائے مگر تساہلی اور آنکھوں کی مجبوری وضعف پیری کی کاہلی جواب لکھنے سے مانع ہوئی، میں جناب کی سعادت مندی و یاد فرمائی کا مشکور ہوں کہ بار بار میری یاد سے مجھ کو خوش وقت فرماتے ہیں۔ اللہ تعالی جزائے خیر دے اور کار خیر میں تا دیر مشغول رکھے، زندہ ہوں بصارت بہت کم ہوگئی ہے نزول الماء (موتیابند) نے بیکار کر رکھا ہے، لکھنے کا جو میرا محبوب مشغلہ تھا وہ بند ہے، دل گھبراتا ہے، رسید عمر بہ پایاں وکارہا باقیست امید نہیں کہ بقیہ کام جو کمی بصارت کی وجہ سے رہ گیا ہے انجام کو پہنچ سکے، پروفیسر مولوی سید حسن عسکری صاحب اکثر تشریف لاکر مجھ کو سرفراز فرماتے ہیں، اس یک شنبہ کو بھی اور عید بعد شنبہ کو بھی تشریف لائے تھے، عجب نہیں کہ آئندہ یک شنبہ کو بھی تشریف لائیں، اگر آگئے تو جناب کا سلام عرض

کردوں گا برابر خیریت سے مطلع فرماتے ہیں، ہاں آپ کو یاد ہوگا مجھ سے فرمایا تھا کہ حضرت مخدوم شعیب فردوسی قدس سرہ کی سن وفات سے میں مطلع کردوں گا، اب تک منتظر ہوں، ان کے خاندانی بزرگوں سے اکثر مشاہیر مابعد کے حالات معلوم ہوں تو مجھ کو آگاہ فرمائیں، حضرت کے صاجزادگان وسجادہ نشینوں کے حالات اور ان کے سنین و وفات سے میں بالکل بے خبر، ممکن ہو تو تفتیش کر کے مجھے مطلع کیجیے۔

والسلام

شعیب غفراللہ از پھلواری

۶/ ذی الحجہ پنج شنبہ ۷۲ ۱۳ھ

(۹)

گرامی نامہ موصول ہوا، یاد فرمائی کا شکریہ، فی الحال بصارت کا حال بہت زیادہ خراب ہوگیا ہے، اس پر معدہ کی خرابی، بار بار ایصال (اسہال) کے آجانے سے (قوی) بہت زیادہ کمزور ہو گئے ہیں، اپنی معذوریوں سے کوئی کام انجام نہیں پاتا ہے، دوائیں کھا رہا ہوں معدہ کچھ اصلاح پر آرہا ہے، اس لئے اس سے نجات ہو تو آنکھ کے آپریشن کرانے کی فکر کروں، دعا فرمائیں کہ اللہ موقع دے۔

’’آثار پھلواری‘‘ خانقاہ کی طرف سے طبع ہوئی ہے، اس کے فروخت واشاعت کا تعلق ’’دارالاشاعت‘‘ سے ہے، مولانا عون احمد صاحب نے طبع کرایا ہے، فی الحال راج گیر تشریف لے گئے ہیں، واپسی پر آپ کے زرین مشورہ کو ان کے سامنے پیش کروں گا۔

صوبۂ بہار کے اکابر کی تاریخ جو کچھ میں نے لکھی ہے، وہ کئی جلدوں میں مدون کر کے رکھ دی گئی ہیں، اللہ کو منظور ہوگا تو اس کی اشاعت ہو جائے گی۔

اپنی خیریت سے مطلع فرمائیں، پھر کبھی تشریف لانا ہو اور موقع ہو تو اس طرف تکلیف فرمائیے۔

والسلام

محمد شعیب غفراللہ پھلواری

۹/ دسمبر ۵۳ھ

——(ماہنامہ صنم پٹنہ بہار نمبر ۱۹۵۹ء صفحہ: ۷۸ تا ۸۴)

✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻

عرب کا تاریک معاشرہ اور ظہورِ نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

● مولانا محمد سجاد حسین قادری مجیبی ــــ استاذ دار العلوم مجیبیہ خانقاہ پھلواری شریف

تاریخِ انسانیت کے طویل اور پیچیدہ سفر میں کچھ لمحات ایسے بھی آتے ہیں جو صرف اپنے زمانے ہی پر نہیں بلکہ آئندہ نسلوں، تہذیبوں اور تمدنوں پر بھی گہرے اور دائمی نقوش ثبت کر جاتے ہیں۔ یہ وہ مقدس لمحات ہوتے ہیں جن میں بیک وقت روحانی تجلی، اخلاقی انقلاب، اور فکری بیداری کی لہریں کائنات کے پردوں پر لرزتی ہیں۔ ایسا ہی ایک بابرکت اور انقلاب آفریں لمحہ وہ تھا جب صحرائے عرب کے تپتے ہوئے ذروں میں نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طلوع ہوا، وہ نور جس کی روشنی نے نہ صرف عرب بلکہ پوری انسانیت کو جہالت، ظلمت، شرک، اور روحانی انحطاط کی گہرائیوں سے نکال کر توحید، ہدایت اور اعلیٰ انسانی اقدار کی رفعتوں سے آشنا کیا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کوئی معمولی واقعہ نہ تھا؛ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی نوع انسان کے لیے سب سے عظیم، کامل، اور ہمہ گیر رحمت تھی، جو اپنے جلو میں ربانی ہدایت، اخلاقی تربیت، فکری اصلاح اور روحانی بیداری کا بے مثال پیغام لے کر آئی۔ اس مبارک ظہور نے تاریخ کا دھارا موڑ دیا اور صحراؤں کے خانہ بدوشوں کو دنیا کے امام و رہنما بنا دیا۔

اگر ہم اس وقت کے عالمی اور بالخصوص جزیرۂ عرب کے حالات پر نگاہ ڈالیں تو یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ انسانیت اپنے خالق سے بیگانہ، وحی سے محروم، اور ہدایت سے نا آشنا ہو چکی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھا لیے جانے کے بعد تقریباً پانچ صدیوں تک نبوت کا سلسلہ منقطع رہا۔ اس طویل خلا کے دوران روحانی نور کی عدم موجودگی نے دنیا کو تاریکیوں میں دھکیل دیا تھا۔ عقل و وجدان مفلوج ہو چکے تھے، ظلم و فحاشی غالب آ چکی تھی، اور شرک کی نحوست نے دل و دماغ کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ قرآن نے اس گھٹن زدہ فضا کی عکاسی نہایت بلیغ انداز میں ان الفاظ میں کی:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ۔ (الروم: ۴۱)

ترجمہ: خشکی اور تری میں فساد لوگوں کے اپنے ہاتھوں کے کرتوت سے ظاہر ہو چکا تھا۔

جزیرۂ عرب، جو بعد ازاں توحید کا مرکز بنا، اُس وقت اخلاقی وسماجی انحراف، فکری ومذہبی زوال کا گڑھ بن چکا تھا۔ اہل عرب سخت مزاج، ضدی، انانیّت کے اسیر، اور قبائلی تعصبات میں جکڑے ہوئے تھے۔ ان کی روحانی زندگی ویران، اور فطرت حیوانی خواہشات کی غلام بنی ہوئی تھی۔ شرک، بت پرستی، توہم پرستی، نسلی تفاخر اور جاہلانہ رسوم ان کی روزمرہ زندگی کا حصہ تھے۔ دین وایمان کا کوئی تصور نہ تھا، اور حقوقِ الٰہی وحقوق العباد سے مکمل غفلت طاری تھی۔ ان کے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو چکے تھے اور اخلاق وکردار فسق وفجور کا مظہر بن چکے تھے۔

معاشرتی زوال کی یہ کیفیت ایسی شدید تھی کہ شراب نوشی ان کے ہاں نہ صرف عام بلکہ باعثِ فخر سمجھی جاتی تھی۔ شراب پانی سے زیادہ پی جاتی تھی، اس پر دولت لٹائی جاتی اور قبروں پر شراب چھڑک کر محبت کا اظہار کیا جاتا تھا۔ جوا کھیلنا ان کے نزدیک نہایت باعزت مشغلہ تھا؛ جو نہ کھیلتا، اسے ذلیل اور بے وقعت سمجھا جاتا تھا۔ بعض اوقات وہ اپنی بیویاں تک جوا میں ہار دیتے تھے۔ چوری، قتل، رہزنی، خیانت، دجل، فریب، زنا، بدعہدی، اور وحشیانہ حرکتیں ان کے مزاج کا حصہ بن چکی تھیں۔ طاقتور قبیلہ کمزور پر چڑھائی کر کے اس کا مال لوٹ لیتا، اہلِ خانہ کو قید کر لیتا، اور اس سب کو فخر کا باعث سمجھتا۔ نتیجتاً ان کا وقار ختم ہو گیا تھا، اور وہ تاریخ کے کنارے زندگی گزارنے لگے تھے۔ ان کی بہترین حالت یہ تھی کہ وہ فارس یا روم جیسی بڑی سلطنتوں کے تابع محض تھے۔

ایسے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں، جب انسانیت اپنے زوال کی آخری حدوں کو چھو چکی تھی، اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی، رحمت عالمیاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ کی بعثت اس گم گشتہ کارواں کے لیے روشنی کا مینار بنی، جسے نہ کوئی سمت تھی نہ رہبر۔ آپ ﷺ کی ہستی صرف ایک نبی، معلم، یا قائد کی نہیں بلکہ انسانیت کے لیے سراپا رحمت، مجسم ہدایت، اور کامل ترین اُسوہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ ﷺ کے ذریعے وہ انقلاب برپا ہوا جس نے دلوں کو زندہ کیا، ضمیروں کو جگایا، اور انسان کو اس کے اصل مقام ومرتبے سے روشناس کرایا، جس نے جاہلیت کی تاریکیوں کو چیر کر انسانیت کو ایک نیا اُفق، نیا ضمیر اور نئی پہچان عطا کی۔

قوم عرب کی وحشت وظلمت اور ان کی بدترین رسومات کا شمار ناممکن ہے مگر ان میں سب سے زیادہ سفاک، دردناک، اور وحشیانہ رسم وہ تھی جو عرب کے بیشتر قبائل میں بیٹیوں کو زندہ دفن کرنے کے رواج کی صورت میں قائم تھی۔ اس بدترین ظلم کو وہ "وأد البنات"، یعنی بیٹیوں کو دفن کر دینے کا نام دیتے تھے۔ یہ رواج اتنا ہولناک، لرزہ خیز اور درد انگیز تھا کہ اس کے تصور سے بھی روح کانپ اٹھتی ہے، ان کے اس سفاک رویے کو قرآن نے یوں مذمت کے ساتھ ذکر فرمایا:

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىِٕلَتْ ۝۸ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝۹ — (سورۃ التکویر)

ترجمہ: جب زندہ دفن کی جانے والی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ کس گناہ پر اسے قتل کیا گیا؟

تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ جب کسی گھر میں لڑکی پیدا ہوتی تو ماں باپ کے چہرے بجائے کھلنے کے پژمردہ اور سیاہ ہو جاتے، ان کے چہروں پر خوشی کے بجائے غم، شرمندگی اور ندامت کی لکیریں کھنچ جاتیں۔ باپ سر جھکا لیتا، خاندان کی عزت کو

داغدار سمجھا جاتا، اور بعض اوقات تو یہ بات چھپائی جاتی کہ گھر میں بیٹی پیدا ہوئی ہے۔ قرآن میں ان کی اس کیفیت کو یوں بیان کیا گیا ہے:

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۵۸﴾ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۵۹﴾ —(سورۃ النحل: ۵۸-۵۹)

یعنی جب ان میں سے کسی کو بیٹی ہونے کی خبر دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا چہرہ غم سے سیاہ رہتا ہے اور اس کا دل رنج و غم سے بھر جاتا ہے، وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے، اس خبر کے سبب جو اسے دی گئی ہے، اب وہ سوچتا ہے کہ کیا اس لڑکی کو ذلت کے ساتھ اپنے پاس رکھے گا، یا اسے مٹی میں دبا دے گا۔ کیا ہی برا ہے وہ فیصلہ جو وہ کرتے ہیں۔

جب وہ ننھی جان کچھ بڑی ہوتی، اور معصوم آنکھوں سے دنیا کو دیکھنے لگتی تو اسی باپ کے ہاتھوں ایک دن اُس کی قبر کھودی جاتی۔ وہ معصوم بچی، جو سہارے کی محتاج ہوتی، جو محبت، شفقت اور تحفظ کی مستحق ہوتی، اُسے زندہ زمین میں گاڑ دیا جاتا۔ نہ وہ احتجاج کر سکتی، نہ فریاد، نہ ہی رحم کی اپیل؛ اور باپ کو اپنی ''غیرت'' کا دفاع کرتے ہوئے ذرہ برابر ترس نہ آتا۔ لڑکیوں کو مارنے کے مختلف طریقے تھے، بعض مخصوص قبائل میں جب لڑکی پانچ، چھ برس کی ہو جاتی تو ایک روز باپ جا کر جنگل میں ایک بڑا سا گڑھا کھود آتا، پھر لڑکی کو نہلا دھلا کر اچھے کپڑے پہناتا، بناتا سنوارتا، بال درست کرتا، خوشبوئیں لگاتا، اور اپنے ساتھ جنگل میں لے جاتا تھا، وہاں اسے گڑھے کے کنارے پر کھڑا کر کے کہتا کہ نیچے دیکھ کیا نظر آتا ہے؟ جب وہ نیچے دیکھتی تو باپ اسے زور سے دھکا دے دیتا اور اوپر سے مٹی ڈال کر گڑھے کو برابر کر دیتا۔ بعض لوگ اس طرح لڑکی کو بنا سنوار کر پہاڑ کی چوٹی پر لے جاتے اور وہاں سے ننھی سی جان کو نیچے لڑھکا دیتے۔

وَاعْلَمْ أَنَّهُمْ كَانُوا مُخْتَلِفِينَ فِي قَتْلِ الْبَنَاتِ فَمِنْهُمْ مَنْ يَحْفِرُ الْحَفِيرَةَ وَيَدْفِنُهَا فِيهَا إِلَى أَنْ تَمُوتَ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَرْمِيهَا مِنْ شَاهِقِ جَبَلٍ، وَمِنْهُمْ مَنْ يُغْرِقُهَا وَمِنْهُمْ مَنْ يَذْبَحُهَا، وَهُمْ كَانُوا يَفْعَلُونَ ذَلِكَ تَارَةً لِلْغَيْرَةِ وَالْحَمِيَّةِ، وَتَارَةً خَوْفًا مِنَ الْفَقْرِ وَالْفَاقَةِ وَلُزُومِ النَّفَقَةِ—(التفسیر الکبیر ۲۲۶/۲۰)

ترجمہ: اور جان لو کہ وہ لوگ (عرب جاہلیت کے دور میں) بیٹیوں کے قتل کے طریقے میں مختلف تھے: ان میں سے کوئی گڑھا کھودتا اور اسے اس میں زندہ دفن کر دیتا یہاں تک کہ وہ مر جاتی، کوئی اسے پہاڑ کی چوٹی سے نیچے پھینک دیتا، کوئی اسے پانی میں غرق کر دیتا، اور کوئی اسے ذبح کر دیتا۔ وہ ایسا کبھی غیرت اور حمیت (ناموس) کے نام پر کرتے، اور کبھی غربت، تنگدستی اور خرچ کی ذمہ داری کے خوف سے۔

حضرت وضین تابعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! ہم جاہلیت اور بت پرستی کے دور میں تھے، اور ہم اپنے بچوں کو قتل کیا کرتے تھے۔ میری ایک بیٹی تھی، جب وہ کچھ سمجھنے لگی تو وہ میری پکار پر خوشی خوشی آتی تھی جب میں اسے بلاتا۔ ایک دن میں نے اُسے بلایا، وہ میرے پیچھے پیچھے چل پڑی، یہاں تک کہ میں اپنے قبیلے کے ایک کنویں کے پاس پہنچا جو زیادہ دور نہیں تھا۔ میں نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور اُسے کنویں میں

پھینک دیا۔ اور اس کا مجھ سے آخری کلام یہ تھا: اے ابا جان! اے ابا جان! یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے یہاں تک کہ آپ کی آنکھوں کے آنسو رُکنے کا نام نہ لیتے۔ ایک شخص جو آپ کے ساتھ بیٹھا تھا، اُس نے کہا: آپ نے رسول اللہ ﷺ کو رنجیدہ کر دیا! تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اُسے مت روکو، یہ اس بات کے بارے میں پوچھ رہا ہے جو اس کے دل کو ہلکان کیے ہوئے ہے۔ پھر آپ نے اس شخص سے فرمایا: اپنی بات مجھے دوبارہ سناؤ۔ اس نے اپنی بات دوبارہ سنائی، تو رسول اللہ ﷺ پھر اتنا روئے کہ آنسو آپ کی ڈاڑھی مبارک پر بہنے لگے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے زمانے کے تمام اعمال کو مٹا دیا ہے، اب تم (اسلام لا کر) اپنے عمل کی نئی شروعات کرو ـــ (سنن الدارمی ۱/ ۱۸۳، بیہقی، دلائل النبوۃ ۲/ ۲۶۸)

عہد جاہلیت میں وراثت بھی طاقت کے زور پر چھینی جاتی، میراث صرف بڑے اور طاقتور مردوں کو دی جاتی تھی۔ عورتوں، بچوں اور کمزوروں کو میراث سے محروم رکھا جاتا۔ اور صرف اُسے وارث مانا جاتا تھا جو لڑنے اور مالِ غنیمت حاصل کرنے کے قابل ہو۔ چنانچہ آیت میراث (سورۃ النساء، آیت: ۷) کے سببِ نزول کے بارے میں ابن العربیؒ نے اپنی کتاب احکام القرآن میں لکھا ہے:

قال قتادة: كان أهل الجاهلية يمنعون النساء من الميراث ويخصون الرجال، حتى كان الرجل منهم إذا مات وترك ذرية ضعافا وقرابة كبارا استبد بالمال القرابة الكبار.

ترجمہ: قتادہؒ کہتے ہیں: اہلِ جاہلیت عورتوں کو وراثت سے محروم رکھتے اور صرف مردوں کو وارث بناتے تھے۔ یہاں تک کہ اگر کسی شخص کا انتقال ہو جاتا اور وہ کمزور بچے چھوڑ جاتا، جبکہ قریبی بڑے لوگ (مثلاً بھائی، چچا وغیرہ) موجود ہوتے، تو یہ بڑے لوگ ہی سارا مال لے لیتے۔

ابن العربیؒ مزید لکھتے ہیں:

وكان هذا من الجاهلية تصرفا بجهل عظيم، فإن الورثة الصغار الضعاف كانوا أحق بالمال من القوى، فعكسوا الحكم وأبطلوا الحكمة، فضلوا بأهوائهم، وأخطأوا في آرائهم.

ترجمہ: یہ جاہلیت کے زمانے کا ایسا طرزِ عمل تھا جو نہایت سنگین جہالت پر مبنی تھا، کیونکہ وراثت کے کمزور اور نابالغ حقدار، طاقتور (بڑوں) سے زیادہ اس مال کے مستحق تھے، مگر انہوں نے حکم کو الٹا کر دیا، حکمت کو باطل کر دیا، اپنی خواہشات کی پیروی کی اور رائے میں سخت غلطی کی۔

جامع ازہر مصر کے مجموعۂ فتاوی میں ہے:

كان الميراث في الجاهلية أساسه القدرة على رعاية الأسرة، فحصروه في الرجال دون النساء، وفي الكبار دون الصغار. ولهم في ترتيب هؤلاء نظام يقدم فيه الأولى على غيره كالأبناء على الاباء والإخوة والأعمام.

ویدخل فی الأبناء المتبنون. وکان التبنی معروفا عندهم إذا عدم الرجلُ الأبناء أو أراد الاستکثار منهم ـــ(فتاوی دار الافتاء المصریة ۴۲۲/۹)

ترجمہ: دورِ جاہلیت میں وراثت کا معیار خاندان کی کفالت کی صلاحیت پر تھا۔ چنانچہ انہوں نے وراثت کو صرف مردوں کے ساتھ مخصوص کر رکھا تھا، اور بچوں کے مقابلے میں بڑوں کو ترجیح دی جاتی تھی۔ ان کے ہاں اس معاملے میں ایک مرتب نظام موجود تھا، جس میں ہر رشتہ دار کو دوسرے پر مقدم کیا جاتا تھا، مثلاً بیٹوں کو باپوں، بھائیوں اور چچاؤں پر فوقیت دی جاتی تھی۔ مزید برآں، بیٹوں میں منہ بولے بیٹے (متبنّیٰ) بھی شامل ہوتے تھے، کیونکہ جاہلیت کے زمانے میں منہ بولا بیٹا بنانا ایک معروف اور رائج رسم تھی، خاص طور پر جب کسی شخص کے اپنے بیٹے نہ ہوتے، یا وہ تعداد بڑھانا چاہتا۔

مذہبی اعتبار سے بھی عرب قوم قعرِ ضلالت میں جا پڑی تھی۔ خانہ کعبہ جو حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی توحیدی یادگار تھا، مشرکانہ افعال کا مرکز بن چکا تھا۔ ان کے دلوں میں اپنے آباء واجداد کی روایات کی عظمت بیٹھ چکی تھی، اور وہ ان کے طریقوں کی اندھی تقلید کرتے تھے، چاہے اس میں کتنا ہی بگاڑ، انحراف اور گمراہی کیوں نہ ہو، اسی تقلید کورکی بنیاد پر انہوں نے بتوں کی عبادت شروع کی۔

خانۂ کعبہ جو توحید خالص کا مرکز اور حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے، زمانۂ جاہلیت میں شرک کا گڑھ بنا دیا گیا تھا۔ اس مقدس مقام میں تین سو ساٹھ بت رکھ دئے گئے تھے اور ہر قبیلہ وخاندان نے اپنا الگ معبود وہاں نصب کر لیا تھا اور قبلۂ توحید مشرکین کی بت پرستی کا مرکز بن گیا تھا۔

عن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه قال دخل النبی صلی الله علیه وسلم مکة وحول الکعبة مائة و ستون نصبا ـــ(صحیح بخاری، حدیث ۲۴۷۸)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے تو خانہ کعبہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔

بتوں کی نجاست سے خانۂ کعبہ کے تقدس کو پامال کرنے والا پہلا شخص عمرو بن لحی تھا۔ عمرو بن لحی خزاعی نے کعبہ میں بت رکھے اور لوگوں کو اس کی پوجا کی دعوت دی۔ رفتہ رفتہ کعبہ میں بتوں کی تعداد تین سو ساٹھ تک پہنچ گئی۔ ابن ہشام فرماتے ہیں کہ مجھے بعض اہلِ علم نے بتایا:

أَنَّ عَمْرَو بْنَ لُحَيٍّ خَرَجَ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الشَّامِ فِي بَعْضِ أُمُورِهِ، فَلَمَّا قَدِمَ مَآبَ مِنْ أَرْضِ الْبَلْقَاءِ، وَبِهَا يَوْمَئِذٍ الْعَمَالِيقُ- وَهُمْ وَلَدُ عِمْلَاقٍ. وَيُقَالُ عِمْلِيقُ بْنُ لَاوِذَ بْنِ سَامِ بْنِ نُوحٍ- رَآهُمْ يَعْبُدُونَ الْأَصْنَامَ، فَقَالَ لَهُمْ: مَا هَذِهِ الْأَصْنَامُ الَّتِي أَرَاكُمْ تَعْبُدُونَ؟ قَالُوا لَهُ: هَذِهِ أَصْنَامٌ نَعْبُدُهَا، فَنَسْتَمْطِرُهَا فَتُمْطِرُنَا، وَنَسْتَنْصِرُهَا فَتَنْصُرُنَا، فَقَالَ لَهُمْ: أَفَلَا تُعْطُونَنِي مِنْهَا صَنَمًا، فَأَسِيرَ بِهِ إِلَى أَرْضِ الْعَرَبِ، فَيَعْبُدُوهُ؟ فَأَعْطَوْهُ صَنَمًا يُقَالُ لَهُ هُبَلُ، فَقَدِمَ بِهِ

مَكَّةَ، فَنَصَبَهُ وَأَمَرَ النَّاسَ بِعِبَادَتِهِ وَتَعْظِيمِهِ— (السيرة النبوية لابن هشام ۷۷/۱)

ترجمہ: عمرو بن لحی (جو قبیلہ خُزاعہ کا سردار تھا) مکہ سے شام کے سفر پر نکلا کچھ ذاتی امور کے سلسلے میں۔ جب وہ مآب (جوارضِ بلقاء کا ایک مقام ہے) پہنچا، تو دیکھا کہ وہاں عمالیق آباد ہیں، اور عمالیق، عملاق بن لاوذ بن سام بن نوح کی نسل سے تھے۔ اس نے ان لوگوں کو بتوں کی عبادت کرتے دیکھا۔ تو ان سے پوچھا: یہ بت کیا ہیں جن کی تم عبادت کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: یہ ہمارے معبود ہیں۔ ہم ان سے بارش مانگتے ہیں تو وہ ہمیں بارش دیتے ہیں، ہم ان سے مدد مانگتے ہیں تو وہ ہماری مدد کرتے ہیں۔ عمرو بن لحی نے کہا: کیا تم مجھے ان میں سے ایک بت نہیں دے سکتے تاکہ میں اسے عرب کی سرزمین میں لے جاؤں، اور وہاں کے لوگ بھی اس کی عبادت کریں؟ تو انہوں نے اسے ایک بت دے دیا جس کا نام ہُبَل تھا۔ وہ اسے مکہ لایا، اسے نصب کیا اور لوگوں کو اس کی عبادت اور تعظیم کا حکم دیا۔

اس کے بعد آہستہ آہستہ پوری قوم شرک میں مبتلا ہوگئی، ہر قبیلے کا اپنا الگ بت تھا، ہذیل بن مدرکہ کا بت: سُواع، کلب کا بت: وَدّ، مذحج کا بت: یَغوث، خَیوان کا بت: یَعُوق، حمیر کا بت: نَسر، خُزاعہ اور قریش اساف اور نائلہ کی پرستش کرتے تھے۔ مَنات ساحل بحر پر واقع تھی، جس کی تعظیم تمام عرب بالخصوص اوس اور خزرج کرتے تھے۔ لات کا بت ثقیف کے پاس تھا۔ عُزّیٰ مقام ذاتِ عِرق کے اوپر واقع تھی۔ ان میں سب سے زیادہ قابل تعظیم بت عُزّیٰ اور ہُبَل تھے، خاص طور پر قریش کے نزدیک۔ ان بڑے بڑے بتوں کے علاوہ عربوں کے پاس بے شمار چھوٹے چھوٹے بت بھی ہوا کرتے تھے جنہیں وہ اپنے سفر میں ساتھ لے جایا کرتے تھے، اور اپنے گھروں میں رکھ کر پوجتے تھے— (سیرۃ ابن ہشام ۷۷/۱۔۴۱، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ۴۵۳/۴، کتاب الاصنام ۵۷)

حتی کہ لوگ مٹی، پتھر، پیڑ پودوں کو بھی پوجنے لگے، صحیح بخاری میں حضرت ابو رجاء العُطاردی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں:

كنا نعبد الحجر، فإذا وجدنا حجرا هو اخير منه القيناه واخذنا الآخر، فإذا لم نجد حجرا جمعنا جثوة من تراب، ثم جئنا بالشاة فحلبناه عليه، ثم طفنا به، فإذا دخل شهر رجب، قلنا: منصل الاسنة، فلا ندع رمحا فيه حديدة ولا سهما فيه حديدة إلا نزعناه والقيناه شهر رجب— (صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب ما جاء في الجاهلية، حديث نمبر: ۴۳۷۶)

ترجمہ: ہم پتھر کی پوجا کیا کرتے تھے۔ جب ہمیں کوئی دوسرا پتھر پہلے والے سے بہتر لگتا، تو ہم پہلا پھینک دیتے اور دوسرے کو لے لیتے۔ اگر ہمیں کوئی پتھر بھی نہ ملتا، تو ہم مٹی کا ایک ڈھیر جمع کر لیتے، پھر اس پر بکری کا دودھ نچوڑتے اور اس کے گرد طواف کرتے۔ جب ماہِ رجب آتا، تو ہم کہتے: منصل الأسنہ یعنی نیزوں کے نوکیں اتارنے کا مہینہ آ گیا، چنانچہ ہم اپنے

ہر نیزے اور تیر کی نوک نکال دیتے اور مہینے بھر ان کا استعمال ترک کر دیتے۔

''اساف'' اور ''نائلہ'' کے متعلق روایت ہے کہ بیت اللہ کے اندر ان دونوں نے فحاشی کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں پتھر بنا دیا، بعد میں مشرکین نے ان کی پوجا شروع کر دی۔ اساف مرد تھا اور نائلہ عورت تھی، دونوں جرہم قبیلے سے تعلق رکھتے تھے، اور دونوں میں معاشقہ چل رہا تھا، جب وہ خانۂ کعبہ کے اندر داخل ہوئے اور تنہائی دیکھی تو ارتکاب زنا کا جرم کیا، جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے انہیں پتھر بنا دیا اور پھر لوگوں نے دونوں کی پوجا شروع کر دی اور ان پر جانوروں کی بھینٹ چڑھانے لگے۔ ابن اسحاق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت بھی پیش کی ہے:

قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدِ بْنِ زُرَارَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: سمعت عائشة رضي الله عنها تقول ما زلنا نسمع أن إسافا ونائلة كانا رجلا وامرأة من جرهم أحدثا في الكعبة فمسخهما الله تعالى حجرين والله أعلم — (ابن هشام ۸۲/۱)

ترجمہ: عمرہ بنت عبدالرحمن بن سعد بن زرارہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے ہوئے سنا: ہم ہمیشہ سے یہ سنتے آئے ہیں کہ اساف اور نائلہ (اصل میں) جرہم قبیلہ کے ایک مرد اور ایک عورت تھے، جنہوں نے خانۂ کعبہ میں کوئی گناہ کا کام کیا، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں دو پتھروں میں بدل دیا۔ اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

عربوں کی سنگ دلی کا عالم یہ تھا کہ جب ان کے بت ان کی خواہش کے مطابق فیصلہ نہ کرتے تو وہ ان کو برا بھلا کہنے میں بھی جھجک محسوس نہ کرتے۔ امرؤ القیس کا واقعہ اسی جہالت کی عکاسی کرتا ہے، جیسا کہ ابن کلبی بیان کرتے ہیں:

جب امرؤ القیس بن حجر اپنے والد کا بدلہ لینے کے لیے بنی اسد پر حملہ کرنے نکلا، تو مرثد بن علس بن ذی جدن، جو جہینہ قبیلے کا بادشاہ تھا، نے اس کی مدد کے لیے حمیر کے پانچ سو تیر اندازوں کو اس کے ساتھ روانہ کیا۔ امرؤ القیس سفر کرتے ہوئے تبالہ (یمن کا ایک مقام) پہنچا، جہاں ذو الخلصہ (بت) موجود تھا، جس کی عرب بڑی تعظیم کرتے تھے۔ امرؤ القیس اس بت کے پاس داخل ہوا، اور اس وقت اس کے پاس تین قداح (چونیاں، یا تیر نما لکڑیاں جو فال نکالنے کے لیے استعمال ہوتی تھیں) رکھی تھیں، جن کے نام تھے: الآمر (حکم دینے والا) الناہی (منع کرنے والا) المتربص (انتظار کرنے والا)۔ امرؤ القیس نے ان تینوں کے ذریعے بنی اسد سے جنگ کرنے کے بارے میں فال نکالی۔ پہلی بار نکالا تو ''ناہی'' (منع کرنے والا) نکلا۔ پھر دوبارہ نکالا، تب بھی ''ناہی'' ہی نکلا۔ اس پر امرؤ القیس نے غصے میں آ کر ان تیروں کو توڑ دیا اور ان کو ذو الخلصہ کے چہرے پر مارا، اور کہا: تو اپنے باپ کی شرمگاہ کو دانتوں سے پکڑے، اگر تیرا باپ مارا گیا ہوتا تو تو مجھے منع نہ کرتا۔ (عضضت بأير أبي عربی میں سخت ترین گالیوں میں سے شمار ہوتا ہے) پھر وہ بنی اسد پر حملہ آور ہوا اور بڑی سختی سے قتل کیا۔ تاہم ذو الخلصہ والوں کا عقیدہ درست نہ ہوا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام کی ہدایت دی — (تاریخ دمشق لابن عساکر ۲۳۹/۹)

قبائلی اختلافات اور جذباتی جنگیں معمولی باتوں پر دہائیوں تک جاری رہتیں۔ جنگِ بسوس چالیس سال، اور جنگِ داحس و غبراء ۶۳ رسال جاری رہی۔ قبائل کے درمیان معمولی ترین باتوں پر جنگیں برپا ہو جایا کرتی تھیں، جیسے کسی اونٹنی یا گھوڑوں کی دوڑ کے مقابلے پر، اور اس جیسی دیگر باتوں پر۔ مثال کے طور پر حربِ بَسوس، جو قبیلہ بکر اور قبیلہ تغلب کے درمیان ایک اونٹنی کے سبب شروع ہوئی اور چالیس سال تک جاری رہی، یہاں تک کہ اس نے ان کے بہت سے بہادر اور سردار نگل لیے، جن میں کُلَیب بن ربیعہ بھی شامل تھا۔ اسی طرح حربِ داحس والغبراء بھی تھی، جو دو گھوڑوں کی دوڑ کی وجہ سے شروع ہوئی اور طویل عرصے تک جاری رہی۔

بعض بدوی قبائل میں لوٹ مار اور چھاپہ مار کارروائیاں عام تھیں، جن کا مقصد مال و دولت لوٹنا اور آزاد انسانوں کو قید کر کے غلام بنانا اور بیچنا ہوتا تھا۔ حضرت زید بن حارثہؓ بھی ایک آزاد عرب تھے جنہیں اغوا کر کے غلام بنایا گیا، اور حضرت سلمان فارسیؓ بھی ایک آزاد فارسی تھے، جنہیں غلام بنا کر بیچا گیا۔ اسلام نے اس ظلم و فساد کا خاتمہ کر دیا، یہاں تک کہ امن و امان کا یہ عالم ہو گیا کہ ایک عورت صنعاء سے حضر موت تک کا سفر تنہا طے کرتی، اور اسے صرف اللہ اور بھیڑ پر حملہ کرنے والے بھیڑیے کا ڈر ہوتا۔۔۔(السیرۃ النبویۃ فی ضوء القرآن والسنۃ ۱/ ۹۳)

وَكَانَتْ حُرُوبُ الْعَرَبِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ طَوِيلَةَ الْأَمَدِ، كَحَرْبِ الْبَسُوسِ الَّتِي دَامَتْ أَرْبَعِينَ سَنَةً، وَحَرْبِ دَاحِسَ وَالْغَبْرَاءِ الَّتِي اسْتَمَرَّتْ ثَلَاثًا وَسِتِّينَ سَنَةً، وَكُلُّهَا بِسَبَبِ أَسْبَابٍ تَافِهَةٍ۔۔۔(ابن اثیر، الکامل فی التاریخ ۱/ ۳۸۷)

ترجمہ: زمانۂ جاہلیت میں عربوں کی جنگیں طویل مدت تک جاری رہتی تھیں۔ جیسے جنگِ بسوس چالیس سال چلی اور جنگِ داحس وغبراء ترسٹھ سال، اور یہ سب معمولی اسباب کی بنا پر وقوع پذیر ہوئیں۔

شرارت اور بیہودگی ان کی رگ رگ میں بھری ہوئی تھی جس کا مظاہرہ اکثر ہوتا رہتا تھا۔ بڑے بڑے ہولناک فتنے ان کی شرارت سے پیدا ہوتے رہتے تھے۔ مگر وہ اپنی کرتوتوں سے باز نہیں آتے تھے۔ مثلاً ایک واقعہ یہ ہے کہ حاطب بن قیس کے پاس بنی ثعلبہ کا ایک آدمی مہمان آیا۔ حاطب اپنے مہمان کو لے کر ایک بازار میں گیا جس کا نام سوق بنی قینقاع تھا۔ وہاں اس وقت ایک یزید بن حارث نامی بڑا شریر اور فسادی شخص پھر رہا تھا۔ یزید اس مہمان کو دیکھ کر سمجھ گیا کہ کوئی اجنبی آدمی ہے۔ شرارت جو سوجھی تو ایک یہودی سے کہنے لگا کہ اگر تو اس اجنبی مسافر کی کمر میں زور سے ایک لات مار دے تو میں تجھے ابھی اپنی چادر دے دوں گا، یہودی نے کہا: ہاں، اور اس کے بعد اس نے مہمان کی کمر میں لات ماری جس سے وہ گر پڑا۔ اس واقعہ نے ایک ایسی ہولناک اور خون ریز جنگ کو جنم دیا جس میں فریقین کے ہزاروں لوگ لقمۂ اجل بن گئے۔ ہزاروں عورتیں بیوہ ہو گئیں، سینکڑوں بچے یتیم ہو گئے اور کئی سالوں بعد یہ ظالمانہ لڑائی ختم ہوئی جو تاریخ میں جنگ حاطب کے نام سے مشہور ہوئی۔۔۔(الکامل فی التاریخ ۱/ ۳۲۷، موسوعۃ مرآۃ الحرمین الشریفین وجزیرۃ العرب ۳/ ۱۳۹)

مختصر یہ کہ جب ظلمت نے آسمانِ حیات پر بسیرا کر لیا تھا، جب دل مردہ اور ضمیر سو چکے تھے، جب انسان درندگی میں درندوں سے بھی آگے نکل چکا تھا، جب قبائل خون کے پیاسے اور معاشرہ نفرت و تعصب کا نمونہ بن چکا تھا، جب لڑکیاں زندہ دفن کی جاتی تھیں اور طاقت کو حق کا نام دیا جاتا تھا، جب انسانیت کرب میں سسک رہی تھی۔ اخلاق مٹ چکے تھے اور توحید کا چراغ بجھ چکا تھا، ان ہی ظلم و جبر، اخلاقی پستی، اور روحانی و فکری تاریکی کے جاں سوز، دلدوز اور پر آشوب دور میں ایک نور نے طلوع ہونا تھا؛ وہ نور جس کا وعدہ صحفِ انبیاء میں کیا گیا، وہ روشنی جس نے شبِ ظلمت کو صبحِ ہدایت میں بدل دینا تھا۔ یہی وہ ظہورِ نورِ محمدی ﷺ تھا جن کے دم قدم سے ویرانے گلزار بنے، دلوں کو اطمینان نصیب ہوا، اور انسانیت کو اس کی کھوئی ہوئی منزل دوبارہ مل گئی۔ آپ ﷺ کا ظہور انسانی تاریخ کا وہ فیصلہ کن لمحہ تھا جس نے عالم کو ایک نئی راہ، نیا رخ اور نئی زندگی عطا کی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کائناتِ انسانی کے لیے وہ سراپا رحمت ہے جس کی بعثت نے دنیا کی فضا کو نور، عدل، علم، حلم، اخلاق اور امن سے بھر دیا۔ مگر یہ حقیقت ذہن نشین رہے کہ آپ ﷺ کی ولادت محض ایک تاریخی واقعہ نہیں، بلکہ وہ ایسا عظیم الٰہی ظہور ہے جس کی تیاری عالم ارواح میں بھی کی گئی اور عالم اجسام میں بھی، بلکہ عالم ارواح میں منتقل ہونے سے قبل اور کائنات کی تخلیق سے پہلے بھی ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کا وجودِ مقدس جلوہ گر تھا اور آپ ﷺ کی خلقت کا اہتمام کیا گیا، جب نہ زمین تھی نہ آسمان، نہ لوح تھی نہ قلم، نہ عرش تھا نہ فرش، تب بھی نورِ محمدی ﷺ ربّ کائنات کی تجلیات میں نمایاں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نورِ ازلی کو عالم ارواح میں منتقل فرمایا، اور اہلِ عرفان نے جان لیا کہ یہ نورِ سرمدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جسے حق تعالیٰ نے اپنی خاص عنایت سے پیدا فرمایا ہے۔ اسی نورِ مقدس کو کائنات کی اصل و بنیاد بنایا گیا، اور تمام موجودات اسی کے فیضِ وجود سے وجود میں آئے۔ گویا کائنات کا ہر ذرہ نورِ محمدی ﷺ کا مظہر ہے، اور ہر شے اسی کے طفیل میں جلوہ گر ہوئی ہے۔ پس، نورِ محمدی ﷺ تخلیقِ کائنات کا نقطۂ آغاز اور مظہرِ اکمل مشیتِ الٰہی ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان و عظمت اور آپ ﷺ کا مقام و مرتبہ عالم ارواح میں بھی ممتاز و نمایاں تھا۔ انبیاء علیہم السلام کے درمیان آپ ﷺ کی نبوت، عظمت اور ختمی رسالت کا اعتراف کیا گیا، اور اسی حقیقت کو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا:

وَإِذْ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَٰقَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ لَمَآ ءَاتَيْتُكُم مِّن كِتَٰبٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِۦ وَلَتَنصُرُنَّهُۥ—(آل عمران: ۸۱)

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب اللہ نے تمام انبیاء سے یہ میثاق لیا کہ: تمہیں جو کتاب اور حکمت دی گئی، پھر اگر تمہارے پاس (آخر میں) وہ رسول آئے جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے، تو تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور ضرور اس کی مدد کرو گے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے حضور اکرم ﷺ پر ایمان

لانے اور ان کی نصرت و تعظیم کا عہد و میثاق لیا۔ یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کی عظمت و مرکزیت کائناتی ہے، اور آپ ﷺ کی نبوت تمام انبیاء کی نبوت کا نقطۂ کمال ہے۔گویا عالم ارواح میں بھی مصطفوی عظمت کا پرچم بلند تھا، اور تمام انبیا نے آپ ﷺ کے حضور اپنی نسبتِ اتباع اور وفاداری کا اقرار کیا۔

پھر آپ ﷺ کے عالم اجسام میں تشریف لانے کا عمل اللہ تعالیٰ کے خاص انتخاب، منصوبہ بندی اور براہِ راست الٰہی اہتمام کا مظہر ہے۔ نبی کریم ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کس قدر عظیم، پرنور اور الٰہی حکمتوں سے پُر واقعہ تھا، اور اللہ تعالیٰ نے خود اس موقع پر کیسا خاص اور غیر معمولی اہتمام فرمایا، جس کی جھلکیاں ہمیں سیرت، تاریخ، اور آثارِ نبویہ کی قدیم و جدید کتابوں میں محفوظ ملتی ہیں۔ یہی شعور ہمیں سیرتِ طیبہ ﷺ کی عظمت اور رسول اللہ ﷺ کی قدر و منزلت کو مزید گہرائی سے سمجھنے کی دعوت دیتا ہے۔

جب آپ شکم مادر میں جلوہ افروز ہوئے تو اللہ تعالی نے جو اہتمام فرمایا، ملاحظہ کریں، امام سہل بن عبد اللہ تستری رحمہ اللہ سے روایت ہے، جس کو حافظ خطیب بغدادی نے نقل کیا ہے:

جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اُن کی والدہ ماجدہ آمنہ کے بطن میں پیدا کرے، وہ رات ماہِ رجب کی ایک جمعہ کی شب تھی، تو اللہ تعالیٰ نے اس رات رضوان، خازنِ جنت کو حکم دیا کہ فردوس کو کھول دے، اور آسمانوں اور زمین میں ایک منادی نے ندا دی: آگاہ ہو جاؤ! وہ نورِ مخزون و مکنون، جس سے نبیِ ہادی ﷺ پیدا ہوں گے، آج کی رات آمنہ کے بطن میں قرار پاتا ہے، جہاں اُس کی تخلیق مکمل ہوگی اور وہ لوگوں کے لیے بشیر و نذیر بن کر ظاہر ہوگا۔

اور کعب الاحبار کی روایت میں ہے:

اس رات آسمان و زمین اور اُن کی تمام وسعتوں میں ندا دی گئی کہ نورِ مکنون، جس سے رسول اللہ ﷺ کی تخلیق ہوگی، آج آمنہ کے بطن میں ٹھہرتا ہے۔ پس خوشخبری ہے آمنہ کے لیے! پھر خوشخبری ہے! اسی دن دنیا کے تمام بت اُوندھے ہو گئے (گر پڑے)، اور قریش شدید قحط اور تنگی میں مبتلا تھے، مگر زمین سرسبز ہوگئی، درختوں میں پھل آگئے، اور ہر طرف سے اُنہیں رزق اور خیرات پہنچنے لگا۔ لہٰذا وہ سال جس میں رسول اللہ ﷺ کا حمل ہوا، اسے سنۃ الفتح والابتہاج (فتح و خوشی کا سال) کہا گیا ——(المواہب اللدنیۃ ۱/ ۲۷)

یہ روایت نبی کریم ﷺ کے نور کی عالم ارواح سے عالم اجسام میں منتقلی کی روحانی عظمت کو بیان کرتی ہے، اور یہ کہ آپ کی ولادت کی گھڑی اہلِ زمین و آسمان کے لیے رحمت، خوشخبری اور انقلابی تبدیلی کا آغاز تھی۔

جب عالم بالا میں انوار سجدہ ریز تھے اور کائنات کے ذرّے ذرّے پر تقدیسی سکوت طاری تھا، تب لوحِ ازل پر ایک ایسا نور رقم کیا گیا جو پوری تخلیق کا مرکز و محور بننے والا تھا۔ وہ نور، جو آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاءِ کرام کے قلوب میں بطورِ امانت رکھا جاتا رہا، بالآخر ظہورِ تام کو پہنچا۔ پھر وہ نورِ مجسم، پیکرِ بشری کی صورت میں ڈھالا گیا اور جب عالم ارواح

سے عالم اجسام کی طرف اُس کا نزول ہوا، تو زمین و آسمان میں ہلچل مچ گئی۔ دنیائے رنگ و بو میں اُس مقدس وجود کی جلوہ گری کے ساتھ ہی ان گنت خوارقِ عادات واقعات رونما ہوئے؛ خانۂ کعبہ مجرے کو جھکا، بت سرنگوں ہوئے، ایوانِ کسریٰ لرز اُٹھا، آتشکدۂ فارس بجھ گیا، اور بحیرۂ ساوہ خشک ہوگیا۔ یہ سب اس بات کی علامات تھیں کہ وہ ساعتِ مقدسہ آ پہنچی ہے جس کا انتظار صدیوں سے کیا جا رہا تھا۔ یہ واقعہ تاریخ کا محض ایک لمحہ نہیں، بلکہ ازل سے ابد تک انسانیت کی تقدیر کا سنگِ میل ہے۔

عن كعب الأحبار رضی الله تعالى عنه أن فی صبیحة تلك اللیلة أصبحت أصنام الدنیا منكوسة ـــ(السیرة الحلبیة ۷۰/۱)

ترجمہ: کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: اس رات کی صبح کو دنیا کے تمام بت اوندھے (گرے ہوئے) ہو چکے تھے۔

یعنی نبی کریم ﷺ کی آمد کی بشارت سے عالم کفر و شرک پر ایسا اثر پڑا کہ صبح ہوتے ہی دنیا بھر کے معبودانِ باطل ذلت و رسوائی کے نشان بن چکے تھے، جو اس حقیقت کا مظہر تھا کہ اب حق کا سورج طلوع ہونے والا ہے، اور باطل مٹنے کو ہے۔

أنّ آمنة بنت وهب قالت: لقد عَلِقْتُ به، تعنی رسول الله، صلى الله علیه وسلم، فما وجدتُ له مَشَقّةً حتى وضعتُه، فلمّا فَصَلَ منی خرج معه نور أضاء له ما بین المشرق إلى المغرب، ثمّ وقع على الأرض معتمدًا على یدیه ثمّ أخذ قبضة من تراب فقبضها ورفع رأسه إلى السماء، وقال بعضهم: وقع جاثیا على رُكْبَتَیه رافعًا رأسه إلى السماء وخرج معه نورٌ أضاءت له قصور الشأم وأسواقها، حتى رأیت أعناق الإبل ببُصْرى ـــ(الطبقات الكبرى ۸۲/۱)

ترجمہ: آمنہ بنت وہب (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں: جب میں نے اُنہیں (یعنی رسول اللہ ﷺ کو) اپنے شکم میں پایا، تو مجھے اُس میں کوئی مشقت محسوس نہ ہوئی یہاں تک کہ میں نے اُنہیں جنم دے دیا۔ جب وہ (ﷺ) مجھ سے جدا ہوئے (یعنی پیدا ہوئے)، تو اُن کے ساتھ ایک نور نکلا جس نے مشرق سے مغرب تک سب کچھ روشن کر دیا۔ پھر وہ اپنے دونوں ہاتھوں کے بل سہارا لے کر زمین پر تشریف لائے، پھر زمین سے مٹی کی ایک مٹھی بھر لی اور پھر اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا۔ اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ ﷺ گھٹنوں کے بل تشریف لائے، اور اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا، اور آپ کے ساتھ ایک ایسا نور نکلا جس نے شام کے محلات اور بازاروں کو روشن کر دیا، حتیٰ کہ میں نے بُصریٰ (شام کا ایک شہر) میں اونٹوں کی گردنیں تک دیکھ لیں۔

یہ روایت نبی کریم ﷺ کی ولادت کی روحانی عظمت اور آسمانی تائید کو ظاہر کرتی ہے، کہ آپ کی آمد سے دنیا کے مشرق و مغرب نور سے بھر گئے، اور شام کے شہر تک اس نور کا اثر پہنچا، جو آپ ﷺ کی عالمگیر نبوت اور نورِ ہدایت کا پیش خیمہ تھا۔ امام ابوسعید نقاش اصفہانی (م: ۴۱۴ھ) اپنی کتاب ''فنون العجائب'' میں لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی تو کئی عجیب و غریب نشانیاں ظاہر ہوئیں۔ ایران کے بادشاہ کسریٰ کے محل

(ایوانِ کسریٰ) کی چودہ شرفیں (بالکونیاں) گرگئیں، جبکہ فارس کی آگ (جو ہزار سال سے بجھی نہیں تھی) یکا یک بجھ گئی۔ موبذان (مجوسی پیشوا) نے خواب میں دیکھا کہ کچھ سخت اور بدکنے والے اونٹ خالص عربی گھوڑوں کو لیے دجلہ پار کرکے فارس میں داخل ہوگئے ہیں۔ کسریٰ ان واقعات سے سخت خوفزدہ ہوا، مگر بظاہر خود کو مضبوط ظاہر کرتے ہوئے اپنے وزیروں اور سپہ سالاروں کو بلا کر صورت حال سے آگاہ کیا۔ موبذان نے خواب کی خبر دی اور کہا کہ غالباً عرب کی جانب سے کوئی اہم واقعہ پیش آنے والا ہے۔ کسریٰ نے عرب کے بادشاہ نعمان بن منذر کو خط لکھا کہ کوئی دانشمند عربی شخص میرے دربار میں بھیجا جائے۔ اس نے عبدالمسیح بن حیان کو روانہ کیا۔ عبدالمسیح نے کہا کہ اصل علم اس کے ماموں سطیح کے پاس ہے جو شام کے قریب رہتا ہے۔ چنانچہ وہ سطیح کے پاس گیا، جو وفات کے قریب تھا۔ سطیح نے بغیر سوال کے سارا ماجرا خود بیان کر دیا اور کہا: جب قرآن کی تلاوت ظاہر ہو، ساوہ کی جھیل خشک ہو، سماوہ کا وادی پانی سے بھر جائے، اور صاحبِ ہراوہ (یعنی نبی آخر الزماں ﷺ) ظاہر ہو جائیں، تو سمجھ لو سلطنتِ فارس کا زوال شروع ہو چکا ہے۔ فارس کے بادشاہوں کی حکومت ایوان کی گرنے والی شرفوں کی تعداد (یعنی ۱۴) کے برابر ہوگی۔ سب کچھ ہونے والا ہے، اور جو ہونا ہے، وہ ہو کر رہے گا۔ سطیح کا انتقال ہوگیا۔ عبدالمسیح نے واپسی پر کسریٰ کو خبر دی۔ کسریٰ نے کہا: جب ہم میں سے چودہ بادشاہ حکومت کریں گے تو ہمارے زوال کا وقت آجائے گا۔ چنانچہ چار سال کے اندر اندر فارس میں دس بادشاہ بدل گئے، اور باقی چار بعد میں آئے، اور یوں سطیح کی پیشین گوئی پوری ہوئی۔۔۔ (فنون العجائب ۱/ ۹۵)

ایوان کسری میں زلزلہ آنا، کنگروں کا ٹوٹ جانا، برجوں کا گر پڑنا، آتش کدۂ ایران کا سرد ہونا، دریائے ساوہ کا خشک ہونا وغیرہ یہ تمام واقعات تاریخ وسیر کی متعدد کتابوں میں درج ہیں۔

لما كانت ليلة ولد رسول الله صلى الله عليه وسلم ارتجس إيوان كسرى، وسقط منه أربع عشرة شرافة، وغاضت بحيرة ساوة، وفاض وادي السماوة، وخمدت نار فارس ولم تخمد قبل ذلك بألف عام ورأى الموبذان إبلاً صعاباً تقود خيلاً عراباً، قد قطعت دجلة وانتشرت في بلادها...۔۔۔(اسد الغابة ۸۴/۳، مختصر تاريخ دمشق ۱۵۲/۳، العقد الفريد ۲۹۳/۱)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت شریفہ کے وقت جو خوارق عادات، ارہاصات اور مکاشفات ظہور پذیر ہوئے، ان کا ذکر حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف لطیف ''ظہور نور'' میں بالتفصیل کیا ہے، ہم یہاں انہی کے حوالے سے ان مکاشفات کی تلخیص پیش کرتے ہیں:

حضرت عبدالمطلب نے خانۂ کعبہ کے متصل ایک خواب دیکھا کہ ایک عظیم الشان نورانی درخت زمین سے اگا اور بڑھتے بڑھتے آسمان چھوگیا، پھر اس کی شاخیں مشرق ومغرب تک پھیل گئیں اور وہ پوری دنیا میں چھا گیا۔ حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ میں خواب دیکھ کر اٹھا تو پریشان تھا، ایک جوگن (کاہنہ) سے میں نے اپنا خواب بتایا تو اس کا چہرہ متغیر ہوگیا اور

گھبرا کر بولی کہ اے عبد المطلب! اگر تم سچ کہتے ہو تو تمہاری پشت سے ایک شخص ظاہر ہوگا جو مشرق و مغرب کا مالک ہو جائے گا اور دنیا اس کے آگے جھک جائے گی۔

انہوں نے ایک خواب یہ بھی دیکھا کہ میری پشت سے ایک نقرئی زنجیر نکلی جس کا ایک کنارہ آسمان کی طرف چلا گیا اور دوسرا زمین تک اور اسی زنجیر سے دو شاخیں نکلیں جو مشرق اور مغرب کے کناروں تک پھیل گئیں، پھر وہ زنجیر درخت کی شکل میں بدل گئی، جس کے ہر پتے پر روشنی تھی۔

حضرت عبد المطلب کو یمن میں ایک یہودی جوتشی سے ملاقات ہوئی، اس نے آپ کی ناک میں نبوت و بادشاہت کے آثار محسوس کر کے بتایا کہ اگر آپ بنی زہرہ کے قبیلے میں نکاح کریں گے تو یہ بات حاصل ہو سکتی ہے۔

حضرت عبد المطلب اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ کو نکاح کے لیے لے جا رہے تھے، راہ میں ایک بیراگن یہودن ملی، اس نے حضرت عبد اللہ میں ایک روشنی کا مشاہدہ کیا اس نے خواہش کہ حضرت عبد اللہ اس سے نکاح کریں، لیکن جب ان کا نکاح حضرت آمنہ سے ہوا اور دوبارہ اس بیراگن کے پاس سے گزرے تو اس نے کوئی توجہ نہ دی۔

عبد مناف اور بنی مخزوم کی کچھ عورتیں جن کو حضرت عبد اللہ کے اس حال کا مکاشفہ تھا، جب حضرت عبد اللہ کا نکاح حضرت آمنہ سے ہو گیا تو وہ عورتیں عمر بھر پچھتاتی رہیں، یہاں تک کہ کنواری ہی مر گئیں۔

حضرت آمنہ جب حاملہ ہوئیں تو انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص کہہ رہا تھا: اے آمنہ! تو اس دنیا کے سردار کی حاملہ ہوئی۔

حضرات آمنہ کو حمل کی گرانی کا ذرہ برابر احساس نہیں ہوتا تھا جو اکثر عورتوں کو حمل کی حالت میں ہوا کرتا ہے۔

حضرت آمنہ نے خواب میں دیکھا کہ کہنے والا کہہ رہا ہے: اے آمنہ! تو سارے بنی آدم کے سردار سے حاملہ ہوئی۔

جس رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت آمنہ حاملہ ہوئیں، قریش کے مویشیوں، چوپایوں نے ایک دوسرے کو بشارت دی کہ آج کی رات دنیا کا سردار اپنی ماں کے پیٹ میں آ گیا۔

یہ مشاہدہ بھی کیا گیا کہ بیابانوں کے پرندے، چرندے ادھر ادھر بھاگے پھرتے تھے اور آپس میں ایک دوسرے کو مژدہ سناتے تھے۔

بعضوں نے عالم غیب میں یہ بھی محسوس کیا کہ سلاطین دنیا کے سرنگوں ہو گئے۔

حضرت آمنہ جس وقت حاملہ ہوئیں، اس وقت انہوں نے دیکھا کہ ایک نور نکلا اور رومیوں کے جو قلعے بصری و شام میں تھے، وہ ان کے سامنے آ گئے۔

ایام حمل کے ہر مہینے میں پکارنے والا یہ پکارتا تھا: مبارک ہو کہ ابو القاسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا وقت قریب آ گیا۔

جب ولادت کا زمانہ قریب آیا تو حضرت آمنہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے: اے آمنہ! تو کہہ کہ میں

اس بچے کو خدائے واحد کی پناہ میں دیتی ہوں اور دیکھ اس کا نام محمد رکھنا۔

ولادت کے وقت ایک صوتی مکاشفہ یہ بھی ہوا کہ حضرت آمنہ نے ایک تڑاکے کی آواز سنی جو بہت سخت تھی اور وہ سہم گئیں۔

اس کے بعد حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ غیبی حجابات میرے سامنے سے اٹھا دیے گئے اور مجھے مکاشفہ ہوا، میں نے ایک سفید پرندے کے بازو کو دیکھا جو میرے دل کو سہلا رہا تھا اور اس عمل سے میرا خوف جاتا رہا اور ولادت کی جو بے چینی تھی وہ بھی زائل ہوگئی۔

نیز فرماتی ہیں کہ میرے سامنے شربت کا ایک پیالہ لایا گیا جس کا رنگ بالکل سفید تھا، میں نے سیر ہو کر پیا، وہ شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔

حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ اب میں نے دیکھا کہ ایک روشنی بلند ہوئی اور کچھ عورتیں طویل القامت نیچے اتریں، دریافت پر معلوم ہوا کہ وہ عورتیں جنت سے آئی تھیں۔

حضرت آمنہ نے پھر ایک آواز محسوس کی جو پچھلی آواز سے زیادہ زوردار تھی، یکا یک سفید ریشم کی ایک چادر آسمان و زمین کے درمیان لٹک گئی اور ایک پکارنے والا پکار رہا تھا: لوگوں کی نگاہوں سے انہیں چھپا لو۔ میں نے غور سے دیکھا کہ فضا میں کچھ لوگ ادھر ادھر کھڑے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں چاندی کے سفید آفتابے ہیں۔

حضرت آمنہ کو کچھ مثالی صورتیں نظر آئیں۔ انہوں نے دیکھا کہ پرندوں کا ایک جھنڈ سامنے سے اڑتا ہوا آیا اور کمرہ ان سے معمور ہوگیا، ان کے چونچ زمرد کے مانند اور بازو یاقوتی معلوم ہوتے تھے۔

پھر فرماتی ہیں کہ اللہ نے میری آنکھوں سے بھی پردہ ہٹا دیا اور دنیا کے مشرقی و مغربی ممالک یکا یک میرے سامنے ہو گئے، میں نے تین جھنڈوں کو لہراتے ہوئے دیکھا۔ ایک مشرق کی بلندیوں پر، دوسرا مغرب کی بلندیوں پر اور تیسرا کعبہ کی چھت پر۔

اب حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ میرے پیٹ میں حرکت محسوس ہوئی اور میں نے دیکھا کہ وہ (حضور) کسی کے سامنے پیشانی ٹیکے انگلیاں آسمان کی طرف اٹھائے تشریف فرماہیں۔

فاطمہ بنت عبداللہ جو دایا کی خدمت انجام دے رہی تھیں، وہ عالم غیب کے اجرام نورانی کو دیکھ کر فرماتی ہیں: میں نے دیکھا کہ سارا گھر روشنی سے بھر گیا، میں نے یہ بھی دیکھا کہ تارے آسمانوں سے لٹکے چلے آتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا گر پڑیں گے۔

حضرت آمنہ نے ولادت کے بعد ملاحظہ کیا کہ ایک ابر سفید اس کے بعد ظاہر ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھانک لیا، پھر آپ نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئے، اس وقت ایک پکارنے والا پکار رہا تھا کہ ان کو مشرقی اور مغربی ملکوں میں گھما لاؤ اور ان کو

دریاؤں میں بھی لے جاؤ تا کہ سب پہچان لیں اور سب کو ان کا نام اور ان کی صورت معلوم ہو جائے۔ یہ کیفیت بہت جلد غائب ہوگئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر سامنے آگئے۔

حضرت آمنہ نے یہ بھی دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حریر کے کپڑے میں نہایت احتیاط سے لپٹے ہوئے ہیں اور پانی کے کچھ قطرات ٹپک رہے ہیں۔

اس کے بعد آواز سنی کہ پکارنے والا پکار رہا ہے: محمد ساری دنیا پر چھا گئے، مخلوقات میں کوئی ایسا نہیں جو ان کے قبضہ سے باہر ہو۔

حضرت آمنہ خاتون نے مشاہدات اور مکاشفات کے بعد اپنے عظیم الشان بچہ کی پیاری صورت دیکھی تو ایسا معلوم ہوا کہ چودھویں رات کا چاند چمک رہا ہے، اس کے جسم سے ایسی خوشبو نکل رہی ہے کہ گویا مشک میں نہائے ہوئے ہیں۔ پھر حجابات اٹھ گئے اور حضرت آمنہ نے دیکھا کہ تین آدمی ہیں، ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ ہے اور دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا ایک طشت ہے اور تیسرے کے ہاتھ میں سفید ریشم کا ایک رومال ہے۔ تیسرے نے اس رومال کو کھولا، اس سے ایک انگوٹھی نکالی جس کی چمک دمک سے آنکھیں چکا چوند ہوگئیں، اس کے بعد انہوں نے غسل دیا اور اس انگوٹھی سے مونڈھے کے درمیان مہر لگائی، پھر اس انگوٹھی کو رومال میں باندھ کر اپنے بازو میں چھپا لیا اور حضرت آمنہ کو دے دیا۔

ولادت کے وقت حضرت آمنہ کو حالت بیداری میں یہ بھی مکاشفہ ہوا کہ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے تولد ہوئے، اس وقت حضور کے ساتھ ایک روشنی بھی نکلی جس سے مشرق ومغرب اور ان کے درمیان میں جتنے مقامات ہیں، سب ان پر منکشف ہو گئے۔

مشہور صحابی حضرت عبدالرحمن بن عوف کی والدہ ماجدہ جن کا نام شفا ہے وہ فرماتی ہیں کہ ولادت کے وقت میرے سامنے سے بھی حجابات اٹھ گئے اور مشرق ومغرب کے تمام درمیانی علاقے میرے سامنے آگئے، یہاں تک کہ مجھے شام کے بعض قلعے بھی نظر آئے، اس کے بعد مجھے کسی چیز نے ڈھانک لیا جس سے میرے بدن پر کپکپی پیدا ہوگئی اور کان میں آواز آرہی تھی کہ کوئی کسی سے کہہ رہا ہے کہ تم کہاں لے گئے تھے جواب دینے والے نے کہا مشرق کی طرف۔ پھر وہی غشی اور لرزی کی حالت طاری ہوئی اور وہ غائب ہو گئے۔

حضرت حسان بن ثابت فرماتے ہیں کہ میں مدینہ میں تھا اور سات یا آٹھ سال کی عمر تھی، تاہم مجھے یہ شعور تھا کہ جو سنتا تھا اسے سمجھتا تھا، اس وقت ایک یہودی مدینہ کی ایک گڑھی کی بلندی پر چڑھ کر چلا رہا تھا: یہودیو یہودیو! دوڑو دوڑو! میں نے دیکھا کہ یہودیوں کی جماعت ادھر دوڑی جارہی ہے، میں بھی دوڑ پڑا، جب لوگ اس کے پاس پہنچ گئے تو کہنے لگا: آج احمد کا ستارہ طلوع ہوگیا اور آج کی رات وہ پیدا ہوگیا۔

حضرت عائشہ نے کسی سے سنا تھا، وہ فرماتی ہیں کہ مکہ میں ایک ساہوکار یہودی تھا، جس شب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے وہ یہودی گھر گھر قریشیوں سے پوچھتا پھرتا تھا کہ کیا تمہارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ لوگ لاعلمی کا اظہار کرتے تو وہ کہتا کہ آج اس امت کا نبی پیدا ہو چکا ہے، جس کے مونڈھے کے درمیان ایک علامت ہے، جب اسے پتہ چلا کہ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے، اس نے جا کر دیکھا تو بے اختیار چلایا: بنی اسرائیل سے نبوت رخصت ہوگئی، یہ ایک دفعہ لوگوں پر چھا جائے گا پھر اس کی خبر مشرق و مغرب ہر طرف سے آئے گی۔

جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم عالم غیب سے عالم شہادت میں نقاب افگن ہوئے تو کسری کا ایوان ہل گیا، اس کے ۱۴ رکنگرے گر پڑے، بحیرۂ ساوہ خشک ہوگیا، آتش کدۂ ایران بجھ گیا۔۔۔ (ظہور نور ص: ۴۳ تا ۶۱)

علامہ شبلی نعمانیؒ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''سیرت النبی ﷺ'' میں نبی کریم ﷺ کی ولادت اور بعثت کے پس منظر میں عرب کے سیاسی، سماجی اور مذہبی حالات کا نہایت حسین، مؤثر اور ادبی اسلوب میں نقشہ کھینچا ہے، اور پھر ''ظہورِ قدسی'' کو ربانی حکمت اور انقلابی انقلاب کی صورت میں پیش کیا ہے۔ ذیل میں علامہ شبلی نعمانیؒ کی تحریر سے ایک اقتباس پیش ہے جو اس شانِ ظہور کو نہایت مؤثر الفاظ میں بیان کرتا ہے:

''لیکن آج کی تاریخ وہ تاریخ ہے جس کے انتظار میں پیر کہن سال دہر نے کروڑوں برس صرف کر دیے۔ سیارگان فلک اسی دن کے شوق میں ازل سے چشم براہ تھے، چرخ کہن مدت ہائے دراز سے اسی صبح جاں نواز کے لیے لیل و نہار کی کروٹیں بدل رہا تھا۔ کارکنان قضا و قدر کی بزم آرائیاں، عناصر کی جدت طرازیاں، ماہ و خورشید کی فروغ انگیزیاں، ابر و باد کی تردستیاں، عالم قدس کے انفاس پاک، توحید ابراہیم، جمال یوسف، معجز طرازی موسی، جان نوازی مسیح علیہم السلام سب اسی لئے تھے کہ یہ متاع ہائے گراں شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں کام آئیں گے۔

آج کی صبح وہی صبح جاں نواز، وہی ساعت ہمایوں، وہی دور فرخ فال ہے، ارباب سیر اپنے محدود پیرایہ بیان میں لکھتے ہیں کہ آج کی رات ایوان کسری کے ۱۴ رکنگرے گر گئے، آتش کدۂ فارس بجھ گیا، دریائے ساوہ خشک ہوگیا لیکن سچ یہ ہے کہ ایوان کسری نہیں بلکہ شان عجم، شوکت روم، اوج چین کے قصر ہائے فلک بوس گر پڑے، آتش فارس نہیں بلکہ جحیم شر، آتش کدۂ کفر، آذرکدۂ گم رہی سرد ہو کر رہ گئے، صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی، بت کدے خاک میں مل گئے، شیرازۂ مجوسیت بکھر گیا، نصرانیت کے اوراق خزاں دیدہ ایک ایک کر کے جھڑ گئے۔

توحید کا غلغلہ اٹھا، چمنستان سعادت میں بہار آگئی، آفتاب ہدایت کی شعائیں ہر طرف پھیل گئیں، اخلاق انسانی کا آئینہ پرتو قدس سے چمک اٹھا۔ یعنی یتیم عبداللہ، جگر گوشۂ آمنہ، شاہ حرم، حکمران عرب، فرماں روائے عالم، شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

شمسۂ نہ مسند، ہفت اختران ❁ ختم رسل خاتم پیغمبران

احمد مرسل کہ خرد خاک اوست ❁ ہر دو جہان بستۂ فتراک اوست
امی و گویا بہ زبان فصیح ❁ از الف آدم و میم مسیح
رسم ترنج است کہ در روزگار ❁ پیش دہد میوہ پس آرد بہار

عالم قدس سے عالم امکان میں تشریف فرمائے عزت و اجلال ہوئے۔ اللھم صل علیہ و علی اٰلہ و اصحابہ و سلم"۔۔۔(سیرۃ النبی ۱/۱۳۶)

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے جو خواب دیکھا، جو نور آپ ﷺ کے ساتھ نکلا، کسریٰ کے محل میں جو زلزلہ آیا، آتشکدۂ فارس بجھ گیا، دریائے ساوہ خشک ہو گیا، دنیا بھر کے بت سرنگوں ہو گئے اور آسمان و زمین میں نورانی ندا گونجنے لگی، یہ سب کچھ معمولی واقعات نہیں تھے، بلکہ آپ ﷺ کی ولادتِ مبارکہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے کیے گئے غیر معمولی اور معجزانہ اہتمامات تھے۔ یہ ساری علامات اس بات کی شاہد ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کریم ﷺ کی آمد کے لمحے کو اتنی عظمت، جلال، نور اور روحانی اثرات سے بھر دیا کہ دنیا کے ظاہری و باطنی نظام ہل کر رہ گئے۔ عالم غیب اور عالم شہادت، دونوں نے یہ اعلان کیا کہ اب وہ ہستی جلوہ گر ہو چکی ہے جو ظلمات کے اندھیروں میں ڈوبی دنیا کو نورِ ہدایت عطا کرے گی، اور ظلم و جبر کے نظام کو رحمت و عدل سے بدل دے گی۔

الغرض جب ہادی کونین، رہبر انسانیت، سید المرسلین، نبی آخر الزماں، سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی، تو وہ ایک بہار کی مانند تھی جو خزاں رسیدہ درختوں میں زندگی کی لہر دوڑا گئی۔ آپ ﷺ نے کفر کے اندھیروں میں توحید کا چراغ جلایا، وحشت زدہ دلوں میں اخوت و محبت کی شمع روشن کی، اور ظلم سے لبریز معاشرے کو عدل و رحم کے سانچے میں ڈھال دیا۔ آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ نے پتھروں کو پگھلا دیا، اور آپ کی سیرت و کردار نے دلوں کو فتح کر لیا۔ آپ نے ان بے سمت لوگوں کو نہ صرف مقصدِ حیات عطا کیا بلکہ انہیں دنیا کے لیے مثالِ کامل اور ہدایت کا مینار بنا دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت نے نہ صرف عرب بلکہ پوری انسانیت کو نئی زندگی عطا کی، اور آپ ﷺ کا ظہورِ قدسی ہی وہ بہار ہے جس کے بغیر دنیا آج بھی خزاں کی تصویر بنی رہتی۔

ولادتِ باسعادت:

رسول اللہ ﷺ کی ولادتِ باسعادت ۱۲ ربیع الاول کی صبحِ نور میں، مکہ مکرمہ کے معطر اور مقدس ماحول میں ہوئی۔ آپ ﷺ کی تشریف آوری کے وقت بے شمار ارھاصات (یعنی ظہور سے پہلے کی نشانیاں) اور انوار و کمالات کا ظہور ہوا، جنہوں نے پورے ماحول کو غیر معمولی روحانی کیفیت سے معمور کر دیا۔ ان مبارک لمحات میں جو نشانات ظاہر ہوئے، ان کا ذکر سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کی سیرت و بیانات کے ذریعے اہلِ مکہ تفصیل سے کیا کرتے تھے۔ ان آثار و روایات کو مکمل طور پر جمع کرنا مجھ جیسے کم

مایہ شخص کے بس سے باہر ہے، اور پھر یہ مختصر تحریر بھی اس عظیم مقام و مرتبہ کی مکمل ترجمان بننے کی اہلیت نہیں رکھتی۔ البتہ اس عاجزانہ کاوش کا مقصد صرف یہ ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت کے چند بابرکت لمحات اور ان سے وابستہ روحانی تجلیات کا خاکہ اہلِ محبت کے سامنے پیش کیا جا سکے، تاکہ دلوں میں حضور ﷺ کی محبت، عظمت اور نورانیت مزید راسخ ہو، بنابریں چند خوارق پر ہی اکتفا کیا گیا، اب اس نورِ نبوت کے عالمِ اجسام میں ورودِ مبارک کی تاریخ پر ایک علمی و تحقیقی نظر ڈالتے ہیں، تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ وہ مبارک دن کون سا تھا جس میں رحمتِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم اس دارِ فانی میں تشریف لائے۔

تاریخِ ولادت کی تحقیق:

رسولِ ہادی، شفیعِ امت، فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادتِ باسعادت نہ صرف تاریخِ انسانیت کا سب سے حسین لمحہ ہے بلکہ یہ وہ نورانی ساعت ہے جس سے کائنات کو حقیقی زندگی اور معنویت نصیب ہوئی۔ ہر عاشق رسول ﷺ کی قلبی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اس مبارک گھڑی کو جانے، پہچانے اور اس کی تعظیم میں شریک ہو۔ آپ ﷺ کی تاریخ ولادت کا تعلق صرف تقویمی و تاریخی تعین سے نہیں بلکہ جذباتِ عشق، آثارِ نبوت اور امت کے شعائر سے بھی گہرا ہے، یہی سبب ہے کہ حضور ﷺ کی تاریخ ولادت پر امت کے اہلِ علم، محدثین، مورخین اور سیرت نگاروں نے خصوصی توجہ دی، اور اس حوالے سے متعدد اقوال و روایتیں کتبِ حدیث، تاریخ، اور سیرت میں محفوظ کی گئیں۔ اگرچہ مختلف روایات میں بعض جزوی اختلافات پائے جاتے ہیں، لیکن ۱۲؍ربیع الاول کا قول اہلِ سنت کے ہاں ایک مقبول، مستند اور روحانی طور پر مرجّح تاریخ کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ اب ہم ان روایات کا تحقیقی جائزہ پیش کرتے ہیں، جن کی روشنی میں نبی کریم ﷺ کی تاریخ ولادت پر کبار علماء و محدثین کی آراء مرتب ہوئی ہیں۔

تاریخِ ولادتِ رسولِ رحمت ﷺ کے حوالے سے متعدد اقوال منقول ہیں، جن میں ۸، ۹، ۱۰، ۱۲ اور ۱۸؍ربیع الاول کی روایتیں خاص طور پر مشہور ہیں۔ لیکن امتِ مسلمہ کا قلبی، شعوری اور عملی رجحان ۱۲؍ربیع الاول کی جانب زیادہ جھکتا ہے، کیونکہ اس دن کو محبت و عقیدت کی علامت اور تاریخِ سیرت کا روشن ترین نشان سمجھا جاتا ہے۔ اس علمی روایت کی پاسداری کرتے ہوئے ہم یہاں ائمہ حدیث، محدثین کرام، مفسرین عظام اور صوفیاء و مشائخ کے اقوال و تحقیقات کو ترتیب سے پیش کریں گے تاکہ تحقیقی فہم کے ساتھ ساتھ عقیدت کی خوشبو بھی باقی رہے۔

مشہور مؤرخ و سیرت نگار امام محمد بن اسحاق (م: ۱۵۱ھ)، علامہ ابن ہشام (م: ۲۱۳ھ)، امام ابن جریر طبری (م: ۳۱۰ھ)، امام ابن حبان (م: ۳۵۴ھ)، امام حاکم نیشاپوری (م: ۴۰۵ھ) علامہ ابوالحسن ماوردی (م: ۴۲۹ھ)، امام بیہقی (م: ۴۵۸ھ) حافظ ابن عبد البر (م: ۴۶۳ھ)، علامہ ابن جوزی (۵۹۷ھ)، امام نووی ۶۷۶ھ)، امام قرطبی (۶۷۱ھ)، علامہ ابو الفتح اندلسی (م: ۷۳۴ھ)، امام ذہبی (م: ۷۴۸ھ)، علامہ ابن کثیر (م: ۷۷۴ھ)، علامہ ابن خلدون

(م:۸۰۸ھ)، علامہ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ)، امام سیوطی (م:۹۱۱ھ)، علامہ قسطلانی (۹۲۳ھ)، علامہ بحرقی (۹۳۰ھ)، علامہ مناوی (م:۱۰۳۱ھ)، عبدالحق محدث دہلوی (م:۱۰۵۲ھ)، علامہ زرقانی (م:۱۱۲۲ھ) رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ جیسے اساطین امت فرماتے ہیں کہ یوم ولادت نبوی ۱۲/ربیع الاول ہی مشہور ومرجح اور صحیح ترین قول ہے، ہم یہاں چند حوالے پیش کر رہے ہیں:

وُلِدَ رسولُ الله صلى الله عليه وسلم يومَ الاثنين لاثنتي عشرة ليلةً خَلَتْ مِنْ شَهْرِ ربيعِ الأول عامَ الفيل— (السيرة النبوية لابن هشام ۲۹۴/۱، تهذيب سيرة ابن هشام ۴۳/۱، تاريخ الطبري ۱۵۶/۲، المستدرك للحاكم ۶۵۹/۲، شعب الايمان ۵۱۲/۲، دلائل النبوة للبيهقي ۷۴/۱، الكامل في التاريخ ۴۱۶/۱، تاريخ الامم و الملوك ۴۵۳/۱، تاريخ الاسلام للذهبي ۲۵/۱، روض الانف ۲۷۶/۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کی ولادت عام الفیل میں، ربیع الاول کی بارہویں رات، پیر کے دن ہوئی۔

امام ابن حبانؒ (متوفی ۳۵۴ھ) کا بیان ہے:

وُلِدَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم عامَ الفيل يومَ الاثنين لاثنتي عشرة ليلةً مَضَتْ من شهر ربيعِ الأول— (السيرة لابن حبان ۳۳/۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کی پیدائش عام الفیل میں پیر کے دن، ربیع الاول کی بارہویں رات ہوئی۔

امام ابوالحسن ماوردیؒ (متوفی ۴۵۰ھ) کہتے ہیں:

وُلِدَ بعدَ خمسين يوماً من الفيل... في يومِ الاثنين الثاني عشر من شهر ربيع الاول— (اعلام النبوة ۲۴۰/۱، تفسير القرطبي ۱۹۴/۲۰)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کی ولادت واقعہ فیل کے پچاس دن بعد، پیر کے دن ۱۲/ربیع الاول کو ہوئی۔

علامہ ابن خلدون (م:۸۰۸ھ) فرماتے ہیں:

ولد رسول الله صلى الله عليه وسلم عام الفيل لاثنتي عشرة ليلة خلت من ربيع الاول لاربعين سنة من ملك كسرى أنو شروان— (تاريخ ابن خلدون ۴/۲)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کی ولادت عام الفیل میں ربیع الاول کی بارہویں رات کو ہوئی، اُس وقت کسریٰ انوشیروان کی بادشاہت کا چالیسواں سال تھا۔

علامہ قسطلانیؒ (متوفی ۹۲۳ھ) رقم طراز ہیں:

والمشهورُ أنه وُلِدَ يومَ الاثنين ثاني عشر شهر ربيع الأول، وهو قول ابن إسحاق وغيره— (المواهب اللدنية ۸۵/۱)

ترجمہ: مشہور قول یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت ۱۲/ربیع الاول پیر کے دن ہوئی، اور یہی ابن اسحاق ودیگر کا موقف ہے۔

علامہ محمد بن عمر بحرقی حضرمی شافعیؒ (متوفی ۹۳۰ھ) نے فرمایا:

قال علماء السير: ولد النبي ﷺ في ربيع الأول يوم الاثنين بلا خلافٍ، ثم قال الأكثرون: ليلة الثاني عشر منه —(حدائق الأنوار ۱/۱۰۵)

ترجمہ: سیرت نگاروں کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش پیر کے دن ربیع الاول میں ہوئی، اور اکثر کا کہنا ہے کہ بارہ تاریخ تھی۔

علامہ عبدالرؤف مناویؒ (متوفی:۱۰۳۱ھ) نے لکھا ہے:

الأصحُّ أنه وُلِدَ بمكةَ بالشِّعْبِ بعدَ فجرِ الاثنين ثاني عشر ربيع الاول عام الفيل — (فيض القدير ۳/۵۷۳)

ترجمہ: صحیح بات یہ ہے کہ آپ ﷺ شعبِ بنی ہاشم میں پیر کے دن، طلوعِ فجر کے بعد ۱۲/ربیع الاول عام الفیل میں پیدا ہوئے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (متوفی ۱۰۵۲ھ) تحریر فرماتے ہیں:

بدانکہ جمہور اہل سیر و تواریخ برانند کہ تولد آں حضرت ﷺ در عام الفیل بود، بعد از چہل روز یا پنجاہ و پنج روز و این قول اصح اقوال است، مشہور آں است کہ در ربیع الاول بود و بعضی علما دعوی اتفاق برین قول نمودہ و دوازدہم ربیع الاول بود —(مدارج النبوۃ ۲/۱۴)

ترجمہ: ترجمہ: جان لو کہ سیرت اور تاریخ کے جمہور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ولادت عام الفیل میں ہوئی، چالیس دن یا پچپن دن کے بعد، اور یہی قول سب سے صحیح اور مشہور اقوال میں سے ہے۔ مشہور یہ ہے کہ یہ واقعہ ماہ ربیع الاول میں پیش آیا، اور بعض علماء نے اس قول پر اجماع (اتفاقِ امت) کا دعویٰ بھی کیا ہے کہ ولادت بارہ ربیع الاول کو ہوئی۔

علامہ زرقانیؒ (متوفی ۱۱۲۲ھ) لکھتے ہیں:

فتحصل في تعيين اليوم سبعة أقوال، "والمشهور أنه" صلى الله عليه وسلم "ولد يوم الاثنين ثاني عشر ربيع الأول"، وهو القول الثالث في كلام المصنف، "وهو قول" محمد "بن إسحاق" بن يسار إمام المغازي، "و" قول "غيره" قال ابن كثير: وهو المشهور عند الجمهور، وبالغ ابن الجوزي وابن الجزار فنقلا فيه الإجماع وهو الذي عليه العمل، "وإنما كان" مولده "في شهر ربيع" الأول "على الصحيح" من الأقوال—(شرح الزرقاني على المواهب ۴/۱۸۳)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کی ولادت کے دن کے تعین میں سات اقوال پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے سب سے مشہور

قول یہ ہے کہ حضور ﷺ بروز پیر، ۱۲؍ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ یہی تیسرا قول ہے جو مصنف (یعنی جس کتاب سے یہ اقتباس ہے) کی عبارت میں بیان ہوا ہے، اور یہ قول ہے: امام محمد بن اسحاق بن یسار (جو علمِ مغازی کے مشہور امام ہیں) کا، اور اسی قول کو دوسرے بہت سے علماء نے بھی اختیار کیا ہے۔ ابن کثیر فرماتے ہیں: یہی قول جمہور علماء کے نزدیک مشہور ہے، جبکہ ابن الجوزی اور ابن الجزار نے تو اس بارے میں اجماع تک نقل کر دیا ہے، اور یہی وہ قول ہے جس پر عمل بھی کیا جاتا ہے۔ نیز، یہ بات بھی درست ترین اقوال میں سے ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت ماہِ ربیع الاول میں ہوئی۔

علماء مصر کی تحقیق بھی تاریخ ولادت نبوی کے بارے میں یہی ہے:

ولد رسول الله صلى الله عليه وسلم عام الفيل يوم الاثنين الثاني عشر من ربيع الأول، وفيه بعث وفيه عرج به إلى السماء وفيه هاجر وفيه مات أي في شهر ربيع الأول. فالرسول صلى الله عليه وسلم نص على أن يوم ولادته له مزية على بقية الأيام. ...... رجح ابن إسحاق أن ميلاد النبي صلى الله عليه وسلم كان في ثنتي عشرة ليلة خلت من ربيع الأول من عام الفيل وروى ابن أبي شيبة ذلك عن جابر وابن عباس وغيرهما، وحكوا شهرته عند الجمهور ......وقد حقق صاحب كتاب " تقويم العرب قبل الإسلام " بالحساب الفلكي الدقيق أن الميلاد كان في يوم الاثنين التاسع من شهر ربيع الأول الموافق للعشرين من شهر أبريل سنة ۵۷۱م "انظر الحاوي للفتاوي للسيوطي ومجلة الهداية الصادرة بتونس في ربيع الأول ۱۳۹۴ھ "—(فتاوی الازهر ۲۵۵/۸)

تاریخِ ولادتِ نبوی ﷺ کے سلسلے میں ۱۲؍ربیع الاول کو جو مقام و اعتماد حاصل ہے، اس پر برصغیر کی مستند خانقاہوں کا عملی تسلسل گواہ ہے۔ خانقاہِ مجیبیہ پھلواری شریف (پٹنہ) جو صدیوں سے علم، روحانیت اور عشقِ نبوی ﷺ کا معتبر مرکز رہی ہے، وہاں ہمیشہ سے ۱۲؍ربیع الاول ہی کو ولادتِ مصطفیٰ ﷺ کا دن سمجھا گیا ہے، اور اسی تاریخ کو عقیدت و احترام کے ساتھ عید میلاد النبی ﷺ منائی جاتی ہے۔ اس قدیم و مستند خانقاہ کا یہ مسلسل اور متواتر عمل اس بات کا عملی ثبوت ہے کہ ۱۲؍ربیع الاول ہی تاریخِ ولادتِ نبوی ﷺ کے طور پر اہلِ علم و عرفان اور اہلِ دل کے نزدیک مسلم و معتبر رہی ہے، اور یہی موقف برصغیر کی دینی و روحانی روایت میں ہمیشہ سے راسخ رہا ہے۔

برصغیر کے مشہور و معروف علما، مثلاً: مولانا نواب صدیق حسن خاں (متوفی: ۱۳۰۸ھ) الشمامۃ العنبریۃ، ص: ۷، مولانا احمد رضا خان بریلوی (متوفی: ۱۳۴۰ھ) فتاویٰ رضویہ ۲۶/ ۴۱۵، مولانا اشرف علی تھانوی (متوفی ۱۳۶۲ھ) ارشاد العباد، ص: ۵، مولانا سید سلیمان ندوی (متوفی ۱۳۷۳ھ) رحمت عالم، ص: ۱۵، مفتی محمد شفیع دیوبندی (متوفی ۱۳۹۶ھ) سیرت خاتم الانبیاء، ص: ۱۱، مولانا سید ابو الاعلی مودودی (متوفی ۱۳۹۹ھ) سیرت سرور عالم، جلد ۲، ص: ۹۴-۹۳، مفتی محمود حسن گنگوہی (متوفی ۱۴۱۷ھ) گلدستہ سلام، ص: ۱۸، مولانا ابو الحسن علی ندوی (متوفی ۱۴۲۰ھ) السیرۃ النبویہ، ص: ۱۱۱ میں تاریخ ولادت شریفہ بارہ ربیع الاول کو

ہی قول درست، قول مشہور اور قول جمہور لکھتے چلے آئے ہیں۔

بعض حضرات نے ولادت کی تاریخ ۱۸؍ربیع الاول بتائی ہے اور اسی کو قول مشہور قرار دیا ہے، ان کی دلیل ''البدایہ والنہایہ'' کی وہ روایت ہے جس میں ''الثامن عشر'' کا ذکر ہے، اس لئے مناسب ہوگا کہ اس کی وضاحت کر دی جائے۔

علامہ ابن کثیر نے ''البدایہ والنہایہ'' میں ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ پر کئی اقوال پیش کیے ہیں، ان میں ایک قول یہ بھی ہے جو حضرت جابر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے:

ولد رسول الله صلى الله عليه وسلم عام الفيل يوم الاثنين الثامن عشر من شهر ربيع الاول وفيه بعث وفيه عرج به إلى السماء وفيه هاجر وفيه مات وهذا هو المشهور عند الجمهور والله أعلم—(البداية و النهاية ۳۲۰/۲)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت شریف ۱۸؍ربیع الاول کو ہے، اسی قول کو بنیاد بنا کر بعض علماء نے ولادت کی تاریخ ۱۸؍ربیع الاول بتائی ہے جس کو ان کا تسامح ہی کہا جاسکتا ہے کیونکہ علامہ ابن کثیر کی اسی کتاب ''البدایہ والنہایہ، جلد: ۳ ص: ۱۰۹، ۱۳۵، ۱۷۵، جلد: ۴ ص: ۲۷۰'' پھر ان کی دوسری کتاب ''السیرۃ النبویۃ، جلد: ۱ ص: ۱۹۱، ۱۹۸، ۱۹۹، اور جلد: ۲ ص: ۹۳'' میں متعدد مقامات پر یہی روایت ''الثانی عشر'' کے الفاظ میں منقول ہے:

ولد رسول الله صلى الله عليه وسلم عام الفيل يوم الاثنين الثانى عشر من شهر ربيع الاول وفيه بعث وفيه عرج به إلى السماء، وفيه هاجر وفيه مات. وهذا هو المشهور عند الجمهور والله أعلم—(البدايه والنهايه۱۰۹/۳، ۱۳۵/۳، ۱۷۵/۳، ۲۷۰/۴، السيرة النبوية لابن كثير۱۹۱/۱، ۱۹۸/۱، ۱۹۹/۱، ۹۳/۲)

اس وضاحت سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سہوِ کتابت یا ناسخ کی غلطی ہوسکتی ہے، کیونکہ بسا اوقات کتابت، طبع یا نقل میں اغلاط واقع ہوجاتی ہیں، جن سے مفہوم میں فرق آجاتا ہے۔ نیز البدایہ والنہایہ میں جہاں الثامن عشر کی بات کہی گئی ہے، اس کے حاشیہ میں لکھا ہے:

بهامش المصرية قال مؤلفه كذا رأيته الثامن عشر و صوابه الثانى عشر (حاشيه البدايه والنهايه ۲۶۰/۲)

یعنی: یہاں ''الثامن عشر'' (۱۸) آیا ہے، لیکن صحیح ''الثانی عشر'' (۱۲) ہے۔

یہ واضح ترین شہادت ہے کہ ابن کثیرؒ کا رجحان اور تصریح ۱۲؍ربیع الاول ہی کے حق میں ہے، نہ کہ ۱۸؍ کے۔ لہذا ۱۸؍ربیع الاول والی روایت ناسخ یا نقل کی خطا اور اسے مصنف کے مدعا کے خلاف قرار دینا ہی تحقیق کا تقاضا ہے۔ ابن کثیرؒ کے علاوہ جمہور محدثین، مفسرین، مؤرخین اور اکثر اہل علم کا جھکاؤ ۱۲؍ربیع الاول کی ہی طرف ہے، پوری امت کے ہاں قابل قبول و مستند بھی ہے۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

ملاقات اور ضیافت کے اسلامی آداب

● مولانا نورالحق رحمانی ـــــ استاذ المعہد العالی پھلواری شریف

اسلام اخوت، ہمدردی، بھائی چارگی اور رواداری کا مذہب ہے، وہ آپس کے اختلاف، عداوت، دشمنی اور نفرت کو ناپسند کرتا ہے، اخوت ومحبت، خلوص اور ہمدردی پر مبنی تعلقات قائم کرنے، چھوٹوں کے ساتھ شفقت اور بڑوں کے ساتھ تعظیم کے ساتھ پیش آنے کی تعلیم دیتا ہے، اور ایسے وسائل بہم پہونچاتا ہے جو باہمی روابط کو مستحکم کرنے اور فروغ دینے میں معاون ثابت ہوں۔

ان وسائل میں ایک دوسرے سے ملاقات کرنا بھی ہے، چنانچہ اسلام نے باہمی تعلق کی شان بلند کرنے اور اخوت و محبت کی روح پیدا کرنے کے لئے ملاقات کو مسنون قرار دیا ہے، البتہ اس کے کچھ آداب متعین کئے ہیں جن کی رعایت صاحب خانہ اور ملاقات کرنے والے میں سے ہر ایک کے لئے ضروری ہے، ایک طرف اہل خانہ کو حکم دیا کہ کوئی تم سے ملنے آئے تو ترش روئی سے نہ ملو، بلکہ خندہ پیشانی کے ساتھ اس کا استقبال کرو، دوسری جانب ملاقات کرنے والے کو حکم ہوا کہ اس کے لئے مناسب وقت کا انتخاب کرے، گھر میں داخل ہونے سے قبل سلام کرے، اور داخلہ کی اجازت چاہے، اجازت ہو تو گھر میں داخل ہو ورنہ واپس لوٹ آئے، اتنا طویل قیام نہ کرے جس سے اہل خانہ تنگی اور پریشانی کے اندر مبتلا ہو جائیں، اس سلسلہ میں ایک واقعہ بھی ہے جسے مفسرین نے ذکر کیا ہے، بخاری ومسلم میں بھی روایت ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ماہ ذیقعدہ ۵ ھ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت زینب بنت جحش کے ساتھ ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر ولیمہ کیا اور صحابہ کرامؓ کو دعوت دی، صحابہ کرامؓ کھانا تیار ہونے سے قبل ہی حاضر ہو گئے، کھانا تیار ہونے تک بیٹھے انتظار فرماتے رہے اور کھانا کھانے سے فارغ ہونے کے بعد گفتگو میں مشغول ہو گئے، جیسا کہ عام لوگوں کی عادت ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ سب جائیں لیکن شرم کے مارے کچھ نہ کہہ سکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکل کر ازواج مطہرات کے حجروں کے پاس چلے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی کچھ لوگ اٹھ کر چلے گئے، لیکن تین آدمی بیٹھے باتیں ہی کرتے رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پلٹ کر آئے تو دیکھا کہ اب بھی وہ باتوں میں مصروف ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر واپس لوٹ گئے،

جب یہ لوگ چلے گئے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے گئے، اس وقت درج ذیل آیت نازل ہوئی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ ـــ(سورۃ الاحزاب:۵۳)

اے ایمان والو! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں مت جایا کرو، مگر یہ کہ تمہیں کھانے کے لئے آنے کی اجازت دی جائے، اور وہ بھی اس طور پر کہ تم اس کی تیاری کے منتظر نہ ہو، البتہ جب تمہیں بلایا جائے تب جایا کرو، پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو، اور باتوں میں مشغول نہ ہو جایا کرو، اس بات سے نبیؐ کو ناگواری ہوتی ہے، سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں اور اللہ حق بات کہنے میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا۔

آداب مجلس اسلام کے اہم مقاصد میں سے ہے، اس بات میں ہدایت دینی ضروری تھی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فوراً آیت نازل فرمائی، فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر چہ آیت آداب نبویؐ میں سے ہے، مگر حکم عام ہے، لہٰذا کسی کے گھر میں بلا ضرورت دیر تک بیٹھے رہنا جائز نہیں۔

اسی سلسلہ میں ایک اصول یہ بھی پیش نظر رہے کہ ملاقات کرنے والا صاحب خانہ سے ان چیزوں کے بارے میں پوچھ گچھ نہ کرے جن کو وہ بربنائے مصلحت ظاہر نہ کرنا چاہتا ہو، یہ تو محبت واخوت پیدا کرنے کا ایک وسیلہ تھا، جس پر اسلام نے کافی زور دیا لیکن خدانا خواستہ کبھی آپس میں اختلاف کی نوبت آجائے تو پھر کیا صورت اختیار کی جائے، اول تو اس کی تاکید کی گئی کہ کبھی اس کی نوبت ہی نہ آئے اور حکم عام فرمایا گیا۔

لا تباغضوا ولا تحاسدوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا ـــ(بخاری: رقم ۶۰۶۵)

ایک دوسرے سے کینہ اور حسد نہ رکھو اور ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو اور سب مل کر خدا کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔

اور کبھی اتفاقی طور پر باہم کشیدگی ہو جائے تو اس کے ازالہ کے لئے ارشاد فرمایا:

لا يحل لمومن أن يهجر اخاه فوق ثلاثة ايام يلتقيان فيصد هذا ويصد هذا وخير هما الذی يبدأ بالسلام ـــ(رواہ بخاری)

کسی مومن کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے، دونوں میں سے ایک ضرور دوسرے سے ملے اور ان دونوں میں سے افضل وہ ہے جو سلام میں سبقت لے جائے۔

اس حدیث کے اندر باہمی اختلاف کی وجہ سے کسی سے الگ تھلگ رہنے کی مدت تین دن متعین کی گئی ہے، گویا سخت سے سخت جھگڑے کی بنیاد پر بھی اگر کسی کو چھوڑا جاسکتا ہے تو حد سے حد تین دن تک کے لئے، اور اس سے تجاوز کرنا ناجائز اور حرام ہے، البتہ کچھ صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں، اول تو یہ کہ وہ شخص انتہائی درجہ کا بدعقیدہ، بدچلن اور بداخلاق ہو، ایسے شخص کا مقاطعہ زجر وتوبیخ کے لئے اور اس کے شر سے بچنے کے لئے جائز ہے، اور سب سے بدترین شخص وہ ہے جسے لوگ اس کے شر سے بچنے کے لئے چھوڑ دیں، دوسرے یہ کہ اس شخص سے میل جول کرنے میں مزید اختلاف اور فتنہ کے ابھرنے کا اندیشہ ہو، ایسی صورت میں بھی مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے شخص سے احتراز ہی کیا جائے۔

ضیافت

تعلقات خوشگوار بنانے کا دوسرا ذریعہ ضیافت ہے، ضیافت ایک انسانی اور اجتماعی ضرورت ہے، جس کی ذمہ داری انسانیت کے تقاضے اور جماعت کے ساتھ منسلک ہونے کی حیثیت سے انسان پر عائد ہوتی ہے، جماعت سے تعلق خواہ خاندانی اور نسبی اعتبار سے ہو یا معاملات کے اعتبار سے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص خدا اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے اپنے مہمان کی تعظیم کرنا چاہیئے۔

ضیافت کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

اہل عرب اپنی مہمان نوازی میں اپنی نظیر نہیں رکھتے، وہاں واردین وصادرین کی خاطر ومدارات کا خاص اہتمام ہوتا تھا، ان کے نزدیک سب سے بڑی بات یہ تھی کہ انہیں مہمان نواز کہا جائے، یہی وجہ ہے کہ عربی شعراء کے کلام میں ان کی ضیافت ومہمان نوازی کے واقعات بہت کثرت سے آتے ہیں، عربی ادب کا ایک حصہ انہیں واقعات سے پر ہے، اسلام نے بھی اس پاکیزہ صفت کو اپنانے کی تاکید فرمائی، اور میزبان ومہمان میں سے ہر ایک کے دوسرے کے ساتھ برتاؤ کے اعتبار سے کچھ آداب مقرر کئے ہیں، تاکہ ان میں سے کسی کو بھی کسی پریشانی اور دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے، نہ ضیافت میزبان پر گراں گذرے اور نہ ہی مہمان کسی قسم کی وحشت واجنبیت محسوس کرے، میزبان کے آداب یہ ہیں کہ اپنے قلبی تعلق کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوری مسرت، خوش دلی اور گرمجوشی کے ساتھ مہمان کا استقبال کرے، اس کی ضروریات کا جائزہ لے، اور مستعدی کے ساتھ اس کی خدمت کرے، اور اس کی تعظیم وتکریم میں کوئی کسر نہ چھوڑے، بلاتکلف ممکن حد تک اچھے کھانے کا انتظام کرے، اور جب رخصت ہونے لگے تو اس کے ساتھ کچھ دور تک جائے۔

عن سلمان الفارسی رضی الله عنه أن النبی صلی الله علیه وسلم قال لا یتکلّف أحد لضیفه ما لا یقدر علیه ــــ (مسند أحمد: رقم ۲۳۷۳۳)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص اپنے مہمان کی خاطر میں

استطاعت سے زیادہ تکلف نہ کرے۔

عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان من السنۃ أن یخرج الرجل مع ضیفہ إلی باب الدار—(ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسنون یہ ہے کہ آدمی اپنے مہمان کے ساتھ گھر کے دروازے تک جائے۔

حقوق جس طرح مہمان کے ہیں، اسی طرح میزبان کے بھی ہیں، کسی مہمان کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے کسی قول وفعل سے اہل خانہ کو تکلیف پہونچائے، اور قسم قسم کے بے جا تقاضے اور مطالبے کرکے ان پر بوجھ بنے، نہ اس سے کسی ایسی حرکت کا صدور ہو جو صاحب خانہ کی نظر میں اس کی شخصیت کو مشتبہ بنادے یا جو اس کی بدنامی اور سبکی کا باعث بنے، نیز نہ اس کے سامنے پیش کئے گئے کھانے میں کسی چیز کی گن گائے، جو چیز اس کی خواہش اور طبیعت کے مطابق ہو وہ کھائے اور جو ناپسند ہو اسے چھوڑ دے، اور نہ اتنے دنوں قیام کرے جس سے گھر والے پریشان ہو جائیں۔

عن ابی شریح الکعبی أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال:... والضیافۃ ثلاثۃ ایام فما بعد ذلك فھو صدقۃ ولا یحل لہ ان یثوی عندہ حتی یُحرِجہ—(البخاری: ۶۱۳۵)

حضرت ابوشریح الکعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا........اور ضیافت تین دنوں تک ہے اور اس کے بعد صدقہ ہے اور اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ میزبان کے پاس اتنے دنوں ٹھہرے کہ اس کو تنگی میں ڈال دے۔

قال علی بن الحسین: من تمام المروۃ خدمۃ الرجل ضیفہ کما خدمھم ابونا ابراھیم الخلیل علیہ السلام—(غزاء الألباب للسفارینی)

حضرت علی بن حسین رحمہ اللہ فرماتے ہیں خالص مروت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے مہمان کی خدمت کرے جیسا کہ ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی۔

حضرات ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا کیا واقعہ ہے؟ اس کی تحقیق کے لئے ہمیں قرآن پاک کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے، قرآن کریم نے اس واقعہ کو کسی حد تک تفصیل سے بیان کیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے خیمہ میں دوپہر کے وقت تشریف فرما تھے، اچانک کچھ فرشتے انسانی صورت میں نمودار ہوئے، اس دور میں مسافروں اور راہ گیروں کی خاطر ومدارات اور مہمان نوازی کا عام دستور تھا، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کیا کہنا کہ آپ تو اپنی قوم میں سب سے معزز اور شریف تھے، خاندانی شرافت کے ساتھ ایک جلیل القدر پیغمبر ہونے کا

شرف بھی حاصل تھا، فوراً گھر تشریف لے گئے اور بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت وغیرہ لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، لیکن جب ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہ اٹھے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یقین ہوگیا کہ یہ فرشتے ہیں، انہیں وحشت ہوئی اور دل ہی دل خوف محسوس کرنے لگے، خوف اس بنا پر نہیں ہوا کہ وہ فرشتے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک جلیل القدر پیغمبر تھے، اور پیغمبر کے پاس فرشتوں کا آنا کوئی خاص بات نہیں، البتہ فرشتوں کا انسانی شکل میں آنا ضرور خوف کی بات تھی، کیونکہ فرشتوں کا اعلانیہ انسانی شکل میں آنا غیر معمولی حالات ہی میں ہوا کرتا ہے، اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اس فکر میں پڑ گئے کہ شاید مجھ سے یا میرے گھر والوں سے یا بستی والوں سے کوئی ایسا قصور تو نہیں ہوگیا کہ جس پر گرفت کرنے کے لئے فرشتے اس صورت میں تشریف لائے ہیں؟

فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس گھبراہٹ کو تاڑ گئے اور تسلی کے طور پر کہا ''لاتخف'' ڈرنے کا کام نہیں ہے، ہمیں تو قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے، اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اطمینان ہوا، اور فرشتے انہیں ایک بڑے عالم لڑکے کی بشارت دے کر رخصت ہوگئے اسی کو قرآن پاک میں یوں کہا گیا:

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ ——(الذاریات)

کیا آپ تک حضرت ابراہیمؑ کے معزز مہمان کی خبر پہونچی ہے، جب کہ وہ ان کے پاس آئے اور ان کو سلام کیا، انہوں نے بھی کہا ''سلام'' یہ انجان لوگ تھے، پھر آپ اپنے گھر کی طرف گئے، اور ایک فربہ بچھڑا لے آئے، پھر ان کے سامنے پیش کیا، اور کہا آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں؟ پھر آپ ان سے دل میں خائف ہوئے تو وہ بولے کہ آپ ڈریئے نہیں اور ان کو ایک بڑے عالم لڑکے کی بشارت دی۔

یہ واقعہ سورۂ ہود کے اندر بھی الفاظ کے تھوڑے فرق کے ساتھ موجود ہے، اس آیت سے کچھ لوگوں نے ضیافت کے وجوب پر استدلال کیا ہے، ابن کثیر لکھتے ہیں۔

وقد ذهب الامام احمد وطائفة من العلماء الى وجوب الضيافة للتنزيل وقد وردت السنة بذلك كما هو ظاهر التنزيل——(ابن کثیر)

امام احمد اور علما کی ایک جماعت نے اس آیت کے ظاہر سے مہمان کی ضیافت کے وجوب پر استدلال کیا ہے، اور حدیث بھی اسی مفہوم سے متعلق وارد ہوئی ہے۔

اخیر میں ایک واقعہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور کا بھی ذکر کئے دیتا ہوں، حضرات مہاجرینؓ نے

جب مشرکین مکہ کے ظلم وستم، جبر واستبداد اور بے دردی وسفاکی سے تنگ آ کر مکہ کو خیر باد کہا اور ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو حضرات انصارؓ نے اپنی وسعت ظرفی، اخوت ومودت اور ایثار وہمدردی کا ایسا مظاہرہ کیا جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی ہے، انہوں نے مہاجرینؓ کا شاندار خیر مقدم کیا، اور انہیں اپنے سروں اور آنکھوں پر لیا، اپنے گھربار، مملوکہ جائداد اور زمینیں دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ اپنے پاس رکھا اور ایک حصہ ان کے حوالہ کر دیا، جن کے پاس صرف ایک مکان یا ایک باغ تھا، اس میں سے آدھا اپنے مہاجر بھائی کو دے دیا، دو کپڑے تھے تو ایک کپڑا خود رکھا اور ایک اپنے بھائی کو دے دیا حتی کہ جن کے پاس دو بیویاں تھیں وہ ایک کو چھوڑنے پر تیار ہو گئے، تاکہ دوسرے بھائی اس سے شادی کر لیں، خدا تعالیٰ نے ان کے ایثار وقربانی کے جذبہ کو قبول فرمایا، اور تاقیامت اس کی یاد تازہ رکھنے کے لئے قرآن کریم میں ذیل کی آیتیں نازل فرمائیں۔

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ —(سورۃ الحشر الجزء الثامن عشر)

اور وہ لوگ جنہوں نے مہاجرین سے پہلے ہی دارالاسلام اور ایمان حاصل کر رکھا ہے جو کوئی ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے ان سے محبت کرتے ہیں اور جو دوسروں کو دیا جاتا ہے اس سے اپنے دلوں میں خلش محسوس نہیں کرتے اور وہ انہیں اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں، اگر چہ ان کو ضرورت اور احتیاج ہو اور جس نے اپنی جان کو لالچ سے بچالیا وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

یہ ہیں ہمارے اسلاف کے روشن کارنامے اور یہ ہیں وہ انمٹ یادگاریں جو تاریخ کے صفحات پر جلی حرفوں میں لکھی گئی ہیں، ان مقدس واقعات کے معیار کی بلندیاں ہماری عملی پستیوں کو آواز دے رہی ہیں۔

آج جب کہ ہر طرف جنگ وجدل، اختلاف وانتشار کی بھٹیاں سلگ رہی ہیں، منافرت ومنافقت، جارحیت وظالمیت اور جبر وتشدد کا بازار گرم ہے، اگر شریعت کی ان مقدس تعلیمات کو اپنایا جائے تو منٹوں میں ساری جنگیں، سارے جھگڑے اور تمام اختلاف ختم ہو سکتے ہیں، عداوت ودشمنی کے رستے ہوئے ناسور بھر سکتے ہیں، تشدد کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو سکتا ہے، اتفاق و اتحاد، ہمدردی وبھائی چارگی، ایثار اور قربانی کی فضا قائم ہو سکتی ہے اور ہمارا یہ جہنم کدہ ماحول رشک جنت بن سکتا ہے۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

ماہ ربیع الاول اور حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تقاضے

● مولانا عبد الخالق نعمانی ـــــ استاذ دار العلوم مجیبیہ خانقاہ پھلواری شریف پٹنہ

ماہ ربیع الاول اسلامی سال کا تیسرا مہینہ ہے، ربیع الاول میں دو لفظ ہیں، پہلا لفظ ہے ربیع، جس کا معنی ہے: موسم بہار، دوسرا لفظ ہے اول، جس کا معنی ہے: پہلا، تو پورا معنی ہوا ''پہلا موسم بہار'' چونکہ موسم بہار دو زمانوں پر مشتمل ہوتا ہے، ایک ابتدائی زمانہ، جبکہ کلیاں چٹکتی اور پھول کھلتے ہیں اور دوسرا زمانہ وہ ہوتا ہے جب پھل پک جاتے ہیں۔ پہلے زمانے کو ربیع الاول اور دوسرے کو ربیع الآخر یا ربیع الثانی کہا جاتا ہے، ان مہینوں کے یہ نام اس لیے رکھے گئے کہ جس وقت ان مہینوں کا نام رکھا جا رہا تھا اس وقت موسم بہار تھا، تو اس مناسبت سے ان دونوں مہینوں کا نام ربیع الاول اور ربیع الثانی رکھا گیا ـــــ (لسان العرب لابن منظور: ۸/ ۱۰۳)۔

اس ماہ مبارک کو اسلامی کلینڈر میں خصوصی اہمیت حاصل ہے کیونکہ ربیع الاول ہی وہ مبارک ماہ ہے جس میں اللہ رب العالمین نے پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمت کل جہاں بنا کر روئے زمین پر مبعوث فرمایا اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس لے جانے کے لیے بھی اسی ماہ مبارک کا انتخاب کیا۔

رمضان یا ذی الحجہ کے مہینے کی طرح ربیع الاول میں روزہ رکھنے، نماز پڑھنے یا دعا کی کوئی خاص فضیلت نہیں بیان کی گئی ہے، البتہ یہ بات ضرور ہے کہ اس ماہ میں پیش آنے والے واقعات اس کو خاص، پر عظمت اور بابرکت بناتے ہیں اور اس مہینے کی عظمت کیوں نہ ہو جبکہ اس مہینے میں اللہ رب العالمین کا دنیا والوں پر سب سے بڑا انعام و احسان ہوا کہ اللہ رب العالمین نے اپنے مخلوق میں سب سے برگزیدہ، سب سے محبوب، اور سب سے اعلی و اولی نبی کو دنیا میں بھیجا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ پیدائش کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے لیکن اس بابت جمہور علما کا اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس دنیا میں تشریف لائے تو وہ ماہ ربیع الاول اور پیر کا دن تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لاتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے طرح طرح کے معجزات کا ظہور شروع ہو گیا، نبوت سے پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی نظر میں مقبول ہو گئے اور لوگ آپ کو صادق و امین کے لقب سے پکارنے لگے، ہر طرح کے معاملات میں آپ پر اور آپ کے کیئے تمام قضایا پر اعتماد اور بھروسہ کرتے، البتہ دنیا کی یہ تاریخ رہی ہے کہ انسان کا نیک اور بھلا ہونا کسی کو برا نہیں لگتا بلکہ تعریف کرتے ہیں، سب سے معزز سمجھتے

ہیں لیکن آدمی نیک بھی ہو اور اس نیکی کی تبلیغ شروع کردے تو وہی شخص جس کی نیکی کی لوگ تعریف کرتے تھے، اپنے میں سب سے افضل اور بہتر سمجھتے تھے، دعوت و تبلیغ کی وجہ سے اس شخص کے خلاف ہو جاتے ہیں اور اس میں کمیاں نکالنا اور اس کو طرح طرح کے خراب القاب سے پکارنا شروع کر دیتے ہیں، ٹھیک اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے تقاضے کے مطابق تاج نبوت سے سرفراز کئے جانے کے بعد تبلیغ دین شروع کی، تو آپ کو صادق وامین کہنے والے، آپ کو عرب میں سب سے اعلی اور افضل سمجھنے والے اور آپ کی ہر بات، ہر کلام، ہر قضیہ و فیصلہ اور ہر ہر چیز پر یقین واعتماد کرنے اور ماننے والے آپ کے دشمن ہو گئے اور آپ کو ساحر و کاہن اور کذاب کہنے لگے، دعوت دین کی وجہ سے آپ پر طرح طرح کے مصائب ڈھانے لگے، لیکن یہ اصول ہے کہ حق ہی کا غلبہ ہوتا ہے، لہذا لاکھ رکاوٹوں اور اذیتوں کے باوجود رفتہ رفتہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لوگ اسلام میں داخل ہوتے رہے، یہاں تک کہ دین اسلام ہی کی خاطر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی، مدینہ طیبہ میں تیزی کے ساتھ لوگ اسلام میں داخل ہوئے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ ہجرت کرنے کے بعد آپ کے اخلاق وحلم اور آپ کی نرم کلامی کو دیکھ کر دور دراز سے قبائل آ کر اسلام کی دولت سے سرفراز ہوتے رہے اور دین اسلام تمام ادیان باطلہ پر غالب آ گیا اور فرمان باری تعالی: (وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ـــ (سورۃ الاسراء:۸۱) اور کہہ دیجئے کہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، یقیناً باطل مٹنے ہی والا ہے) پورا پورا صادق آیا اور جن لوگوں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کیا ان کو اللہ رب العالمین کی جانب سے ''رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ'' کا مژدہ ملا اور ہر جگہ کامیابی اور کامرانی ان کو مقدر ہوئی اور جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ مانی، آپ کی دعوت کو ٹھکرا دیا ان کے نصیب میں صرف اور صرف ناکامی اور ذلت ورسوائی آئی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شریعت دی گئی ہے وہ تا قیامت رہنے والی شریعت ہے اور آپ کی شریعت قیامت تک آنے والے لوگوں کے لیے راہ حیات اور اسوہ ونمونہ ہے، اللہ رب العالمین کا فرمان ہے:

''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ'' ـــ (الاحزاب:۲۱)

ترجمہ: یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

اسی طرح حدیث شریف میں ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں:

كان خلقه القران ـــ (صحیح مسلم)

ترجمہ: آپ کا اخلاق قرآن تھا۔

ماہ ربیع الاول آتے ہی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت طیبہ کی مناسبت سے اظہار عقیدت ومحبت کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے اور سیرت کے موضوع پر جلسے جلوس کا انعقاد کیا جاتا ہے اور یہ بات حتمی طور پر کہی جا سکتی ہے کہ روئے زمین پر سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر جتنے کثیر تعداد میں بیانات اور کانفرنسیں ہوتی ہیں، کسی اور موضوع پر نہیں ہوتے ہوں گے اور یقیناً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت شرط تکمیل ایمان ہے، جس کا اظہار لازم وضروری ہے اور اس کے لیے سب سے اہم چیز یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کو

پہچانا جائے اور ان کی ادائیگی کی جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو اپنے لئے اسوہ اور نمونہ بنایا جائے، نوجوان بچوں اور بچیوں کے دلوں میں آپ کی محبت اور دین اسلام سے عقیدت کو زندہ کیا جائے، ان کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرائی جائے کہ ہمارے رول ماڈل ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی حیات طیبہ ہے، نہ کہ اسٹیج پر اور پردے کے پیچھے ناچنے والے اور ناچنے والیاں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی مبارک ماہ میں تشریف لائے، اس لیے اس ماہ ربیع الاول اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو اپنی زندگی میں مکمل طور پر داخل کریں اور اپنے نبی کے کسی بھی فرمان پر عمل اور اس کے اظہار سے عار محسوس نہ کریں، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے اور آپ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے میں ہمیں فخر محسوس ہونا چاہیے۔ اگر کوئی آپ کی شان کریمی میں گستاخی کرے اور اپنی ناپاک اور گندی زبان کھولے تو دفاع کیا جائے اور اپنی وسعت کے مطابق جواب دینے کو لازم سمجھیں۔ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت رکھی جائے اور اس کا اظہار کیا جائے کیونکہ یہ بھی دین و ایمان کے جز اور آپ سے محبت اور ایمان کا تقاضہ ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ سے محبت کرنا، یہ بھی آپؐ ہی کے حقوق میں آتا ہے؛ اس لئے کہ حدیث کی رُو سے صحابہؓ کی محبت بھی حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیاد پر ہوتی ہے اور صحابہ سے دل میں بغض یا میل رکھنا، آپؐ سے بغض کی علامت ہے۔

خلاصہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کو زندگی کے ہر ہر گوشے میں داخل کرنا، اہل بیت اور صحابہ کرام سے عقیدت رکھنا یہ ضروری ہے، بلکہ ایمان کے شرط اولین میں سے ہے اور ہماری کامیابی اور کامرانی بھی اسی میں ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اپنے حال و استقبال کو ماضی کی طرح روشن اور تابناک بنائیں اور اس معاملے میں واقعی سنجیدگی سے سوچتے ہیں، تو سنت کے راستے پر آنا ہوگا اور محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو اپنے لیے آئیڈیل اور نمونہ حیات بنانا ہوگا، آپ کے تمام حقوق کی ادائیگی کے لئے کمر بستہ ہونا پڑے گا، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں چلنے آپ سے محبت اور آپ کے اہل بیت اور صحابہ سے محبت میں ہی کامیابی اور کامرانی ہے۔

مگر افسوس کہ غیر قومیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں کو اپنا کر کامیاب ہو رہی ہیں اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے اور آپ سے مسلسل محبت کے دعوے کے باوجود آپ کے بتائے ہوئے راستے کو چھوڑ کر غیروں کے راستے کو اپنا رہے ہیں اور واضح سی بات ہے اگر ہم مسلمان ہو کر اپنے نبی کی حیات طیبہ کو اپنی زندگی میں داخل نہیں کریں گے تو کیسے کامیابی اور کامرانی ہمیں نصیب ہوگی، کیسے ہمارا حال و استقبال ماضی کی طرح ہوگا؟ اگر ہم ظلم وستم سے چھٹکارا چاہتے ہیں، اپنے حالات کو بدلنا چاہتے ہیں تو ہر حال میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو اپنانا ہوگا تا کہ کامیابی و کامرانی ہمیں نصیب ہو۔

اللہ رب العالمین ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فرمان پر عمل کرنے اور آپ کے تمام حقوق کو پہچاننے اور ان کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

امیرشریعت مولانانظام الدین صاحبؒ کا شاعرانہ تشخص

● مولاناوارث ریاضی صاحب—— کاشانہ ادب،سکٹا دیوراج،بسوریا،مغربی چمپارن

علمی بصیرت، دینی غیرت وحمیت اخلاص وللہیت، سیاسی فہم وفراست، انتظامی استعداد ولیاقت، رشد وہدایت اورقوم وملت کی بے پناہ قائدانہ صلاحیتوں کے ساتھ، امیر شریعت سادس، حضرت مولانا سید نظام الدین علیہ الرحمۃ (۱۹۲۷ء-2015) کومبدءِ فیاض نے سخن سنجی یعنی شعروشاعری کا ملکہ بھی ودیعت کیا تھا۔

مولاناسیدنظام الدینؒ نے شعر کہنا کب شروع کیا؟ مجھے معلوم نہیں لیکن یہ بات پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ انہوں نے کسی استاد شاعر سے اصلاح نہیں لی۔ اگر اصلاح لی ہوتی تو وہ ضرور بتاتے۔ میرے خیال میں انہوں نے مولانا ماہر القادریؒ (۱۹۰۶ء-۱۹۷۸ء) حضرت نشور واحدیؒ (۱۹۱۲ء-۱۹۸۳ء) اور مولانا عامر عثمانیؒ (۱۹۲۰ء ۱۹۷۵ء) وغیرہم کی طرح کسی سے اصلاح نہیں لی۔ انہوں نے اپنی خداداد شعری صلاحیت اور نظری ذوق کو رہنما بنا کر شعر کہنا شروع کیا۔ اس طرح ان کو تلمیذ رحمن کہا جا سکتا ہے۔

دیوبند میں ایشیا کی دینی علوم کی مشہور درس گاہ ہی نہیں بلکہ دیوبند کی سرزمین کو شعروادب کا دبستان ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ دارالعلوم دیوبند میں شاعری کوئی شجر ممنوع نہیں ہے۔ یہاں ہر دور میں اساتذہ میں بھی ایسے اصحاب علم رہے ہیں جو باضابطہ شاعر تھے، حضرت مولانا سید نظام الدینؒ کے استاد حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ (۱۸۹۷ء-۱۹۸۳ء) سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند اردو اور فارسی کے اچھے شاعر تھے۔

حضرت مولانا سید نظام الدینؒ کی طالب علمی کے دور میں دیوبند میں علامہ انور صابری (۱۹۰۱ء-۱۹۸۵ء) جیسا جلیل القدر قادر الکلام شاعر موجود تھا جو اپنی خوب صورت شاعری اور دل نواز ترنم سے پورے برصغیر میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ دیوبند

میں مولانا عامر عثمانیؒ جیسا بالغ نظر عالم دین اور نغز گفتار شاعر بھی تھا جس کی شاعری اوجِ کمال کو پہنچ گئی تھی۔مولانا عامر عثمانی اپنی اس طرح کی غزلوں سے:

❖

حسن کی بارگاہیں گلی در گلی، لالہ وگل کے جلوے چمن در چمن
جنتیں اس جہاں میں بہت ہیں مگر آپ کی انجمن، آپ کی انجمن

❖

یہ قدم قدم بلائیں، یہ سوادِ کوئے جانا
وہ یہیں سے لوٹ جائے جسے زندگی ہو پیاری

❖

فکر دنیا ہو، غم عقبیٰ ہو، درد عشق ہو
غم کا ہر نغمہ رباب عشق پر گاتا ہوں میں

ہندوستان کے بڑے بڑے شعراء کو آئینہ دکھا رہے تھے۔

مولانا علیہ الرحمۃ کے زمانے میں شعروادب سے ذوق رکھنے والے طلبہ تقریباً ہر جمعرات کی شب میں بیت بازی کی محفل آراستہ کرتے تھے، جس میں طلبہ کی حوصلہ افزائی کی خاطر علامہ انور صابری بھی شریک ہوجاتے تھے۔حضرت مولاناؒ نے ایک بار مجھ سے فرمایا تھا کہ دیوبند کی بیت بازی کے مقابلے میں ذہن سے اشعار کا ذخیرہ ختم ہوجاتا تھا تو میں فی البدیہ شعر کہہ کے بیت بازی میں کامیاب ہوجاتا تھا۔

بیت بازی کی ایک نشست میں ایک فریق کی نمائندگی علامہ انور صابری کررہے تھے اور دوسرے فریق کی نمائندگی استاد محترم حضرت مولانا سید نظام الدین۔بیت بازی کے اختتام پر ایسا شعر پیش کرنا تھا جس کے پہلے مصرعے کا پہلا لفظ حرف ''ٹ'' سے شروع ہوتا ہو۔استاد محترم نے برجستہ یہ شعر کہہ کے:

ٹرک پہ لاد کے لے جانا پڑ گیا ہم کو
جو تم مرے تو غضب ہو گیا تمہارا پیٹ

علامہ انور صابری کو شکست سے دو چار کر دیا،غور فرمایا جائے درج بالا شعر کے پہلے مصرع کا پہلا لفظ حرف 'ٹ' سے شروع کرکے دوسرے مصرعے کے آخری لفظ کو بھی حرف 'ٹ' پر ختم کیا گیا ہے۔برجستہ ایسا شعر کہہ دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔انور صابری بڑے لحیم شحیم اور عظیم الجثہ تھے ایسے میں مولاناؒ نے ان پر طنز بھی کر دیا۔علامہ انور صابری وسیع الظرف انسان

تھے، دارالعلوم اور اس کے طلبہ کی بڑی قدر کرتے تھے۔ انہوں نے مولانا علیہ الرحمۃ کے طنز کو برا نہیں سمجھا بلکہ مولانا ؒ کی برجستہ گوئی کی تعریف کی۔

دارالعلوم دیوبند میں بہار کے طلبہ کی ایک انجمن اصلاح البیان ہے۔ اس انجمن کی طرف سے البیان ہی کے نام سے ایک قلمی رسالہ نکلتا تھا۔ حضرت مولانا سید نظام الدین ؒ پہلے اس مجلہ کے نائب مدیر مقرر کئے گئے پھر مدیر اعلیٰ ہو گئے۔ اس مجلے میں حضرت سید صاحب ؒ کے مضامین اور کلام شائع ہوتے تھے۔ ۱۹۴۲ء میں انہوں نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا تھا۔ ۱۹۴۶ء میں انہوں نے دورۂ حدیث کی تکمیل اور ۱۹۴۷ء میں تخصص فی الادب کیا۔ تقریباً اس چھ سال کی مدت میں انہوں نے اسلامی علوم میں رسوخ حاصل کرنے کے ساتھ شعر و سخن میں بھی پختگی حاصل کر لی۔ اس کی تائید ہمیں ۱۹۴۴ء اور ۱۹۴۵ء میں مجلہ البیان میں ان کے شائع شدہ قطعات، نظموں اور غزلوں سے ہوتی ہے۔

درج ذیل قطعات ملاحظہ فرمائیں، اس میں سرمایہ داری سے مخاطب ہو کر مولانا سید نظام الدین ؒ فرماتے ہیں:

گزر جاتی ہے حرص زر میں یوں تو زندگی تیری ❁ نہیں جاتی ہے چہرے سے مگر افسردگی تیری
تکبر میں تو اپنے آپ کو بھی بھول جاتا ہے ❁ خدائی تک پہنچ جاتی ہے اکثر بندگی تیری

اور مزدور سے یہ خطاب کیا ہے:

نہیں ہے زندگی کہنے کے قابل زندگی تیری ❁ کہ ہر لحظہ ہے صرف بندگی بے مائیگی تیری
مگر شاعر یہ کہتا ہے کہ تو اک ماہ کامل ہے ❁ کہ پنہاں تیرے مستقبل میں ہے تابندگی تیری

یہ بالکل ابتدائی دور کے قطعات ہیں، اس لئے زندگی افسردگی اور بندگی کے قوافی سے قطع نظر، یہ قطعات اتنے عام فہم انداز میں کہے گئے ہیں کہ اپنی تشریح اپنے آپ بن گئے ہیں۔

۱۹۴۴ء کے مجلہ البیان میں ایک نظم ''پیام نو'' بھی ملتی ہے۔ اس نظم میں حضرت مولانا ؒ نے ''نوجوان ہند'' سے خطاب کر کے ان کو فاقہ کشوں، غم نصیبوں اور آفت زدہ انسانوں کی پر الم داستان زندگی سے درس عبرت لینے کی تلقین کی ہے اور ان کی غیرت و حمیت کو للکارتے ہوئے یہ فرمایا ہے :

تابہ کے لوٹا کرے گا خواب شیریں کے مزے ❁ بادۂ گلگلوں کی لذت، جام رنگیں کے مزے
تابہ کے ڈھونڈا کرے گا تو نشان رفتگاں ❁ بڑھ کے پرچم تھام لے اور بن امیر کارواں
مرد ہے تو اس نظام اہرمن کو توڑ دے ❁ ظلم و استبداد کے مضبوط پنجے موڑ دے
چھوڑ دے تقلید مغرب، چھوڑ دے رسم کہن ❁ اور طریق زندگی میں رہ روِ آزاد بن
خواب غفلت سے تجھے اب جاگ جانا چاہئے ❁ اور دنیا کو پیام نو سنانا چاہئے

مذکورہ اشعار میں ہندوستانی نوجوانوں کو دل نشیں انداز میں انگریزوں کی جابرانہ حکومت سے نجات پانے کے لئے زور وطاقت کے استعمال کرنے کے ساتھ مغرب کی کورانہ تقلید سے روکا گیا ہے اور آزادی کے ساتھ زندگی گزارنے کا مشورہ دیا گیا ہے، اس طرح ہندوستانی نوجوانوں کو جہد وعمل کے حیات آفریں پیغام سنانے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ یہ نظم حضرت مولانا سید نظام الدین کی صحت مند انداز فکر کی حامل ہے۔

۱۹۴۵ء کے البیان میں ''شان حسین احمد'' کے عنوان سے بھی ایک نظم ہے۔ اس نظم کا آغاز اس شعر سے کیا گیا ہے۔

حسین احمد کہ جس کو منبع لطف و کرم کہئے
جسے فخر عرب کہئے جسے شان عجم کہئے

مولانا سید نظام الدینؒ کی یہ شاہکار مسدس نظم چار بندوں پر مشتمل ہے۔ ہر چار مصرعوں پر مشتمل بند کے آخر میں یہی شعر بطور ٹیپ استعمال کیا گیا ہے۔

حضرت مولانا سید نظام الدینؒ نے زیر بحث نظم کے اول تین بندوں میں ہندوستان کی آزادی کے سلسلے میں اپنے استاد گرامی قدر حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۵۷ء) کے جذبہ حریت، ان کے مجاہدانہ کارناموں اور قوم و وطن کے ساتھ ان کی بے پناہ محبت و ہمدردی کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ آزادی کی راہ میں پیش آنے والی اذیتوں پر مولاناؒ کے بے مثال صبر وتحمل کا ذکر کر کے آخری بند میں یہ دعا کی ہے:

دعا ہے اے خدا! اتنا خیال چشم پرنم ہو ۞ الم پرور دلوں سے رنج وغم کا بار کچھ کم ہو
حضور شیخ ہر اک ظالم وجابر کا سرخم ہو ۞ انہی کے ہاتھ میں آزادی کامل کا پرچم ہو

مجلہ البیان سے ماخوذ استاد محترم حضرت مولانا سید نظام الدین کی یہ قابل تحسین نظم ہے جس میں انہوں نے والہانہ انداز میں جنگ آزادی میں مولانا مدنیؒ کی خدمات کا ذکر کیا ہے۔

مجلہ البیان ۱۹۴۵ء کے حوالے سے استاد محترمؒ کی یہ فکر انگیز غزل ملاحظہ ہو:

چین کسے نصیب ہے فتنۂ روزگار میں؟ ۞ جرأت آرزو کہاں عالم اعتبار میں؟
غنچہ وگل کا تذکرہ بہر خدا نہ چھیڑیے ۞ یاد بہار فضول ہے، اجڑے ہوئے دیار میں
جب سے خزاں نے لوٹ لی روح بہار گلستاں ۞ کچھ بھی نہ دل کشی رہی رنگت لالہ زار میں
ہم تو چلے تھے دیکھنے جلوۂ طور کو مگر ۞ نظریں بھٹک کے رہ گئیں منظر کوہسار میں
فرحت خستہ حال کو لطف وخوشی سے کیا غرض ۞ عمر تو ساری کٹ گئی نالۂ دل فگار میں

یہ غزل بحر رجز مطوی مخبون میں ہے، جس کے حسب ذیل ارکان ہیں:

مُفْتَعِلُنْ	مَفَاعِلُنْ	مُفْتَعِلُنْ	مَفَاعِلُنْ

کوئی ماہر عروض تقطیع کر کے دیکھ لے اس غزل کا ایک شعر بھی وزن سے خارج نہیں۔ اس بحر میں غزل کہنا آسان نہیں، خاص طور پر مبتدی شعراء کے لئے اس غزل کے پڑھنے کے بعد یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ غزل کسی کہنہ مشق، ماہر فن شاعر کا کلام ہے۔

ایک بار برسبیل تذکرہ استاد محترمؒ نے راقم الحروف سے کہا تھا، جس کا ماحصل یہ ہے کہ فن شعر پر ان کی نظر گہری نہیں تھی۔ راقم الحروف یہ بات ان کی کسر نفسی پر محمول کرتا ہے۔ ویسے بھی:

طبع موزوں را عروض و کا قافیہ در کار نیست

درج ذیل شعر:

شعر می گویم بہ از قند و نبات
من نہ دانم فاعلاتن فاعلات

مولانا جلال الدین رومیؒ (۱۲۰۷ء۔ ۱۲۷۳ء) کی طرف منسوب ہے۔ مولانا رومؒ نے تو اعلانیہ طور پر کہا ہے کہ میں فاعلاتن فاعلات یعنی علم عروض نہیں جانتا لیکن میں ''مصری'' سے بھی شیریں شعر کہتا ہوں۔ مولانا رومؒ ایک جید الاستعداد عالم دین اور اسرار شریعت وطریقت کے راز داں ہی نہیں بلکہ فارسی زبان وادب کے بہت بڑے شاعر بھی تھے۔

اردو زبان وادب کے بہترین شاعر اختر شیرانی مرحوم (۱۹۰۵ء۔ ۱۹۴۸ء) کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ عروض نہیں جانتے تھے پھر بھی ان کے کلام میں عروضی اسقام نہیں ہیں۔

مولانا سید نظام الدینؒ کے ایک بالغ نظر شاگرد پروفیسر عقیل احمد صدیقی نے علی گڑھ میں مجھ سے بتایا تھا کہ پروفیسر شہریار (۱۹۳۶ء۔ ۲۰۱۲ء) علم عروض سے ناواقف تھے۔ شہریار جب کوئی غزل کہتے تو اسے اپنے کسی عروض داں شاگرد کے حوالہ کر دیتے کہ وہ تقطیع کر کے دیکھ لے کہ کوئی شعر وزن سے خارج تو نہیں ہے۔

بہ ہر حال عروض کا جاننا اس شاعر کے لئے ضروری نہیں جس کو خدائے علیم نے موزونیٔ طبع کا وافر حصہ عطا کیا ہو۔

مولانا سید نظام الدینؒ اپنے گوناگوں اوصاف کے ساتھ بڑے ذہین، حاضر جواب اور ظریف الطبع صاحب فکر و نظر تھے۔ انہوں نے بتایا تھا کہ دیوبند کی طالب علمی کے زمانے میں ایک بد شکل طالب علم شروانی، ٹوپی اور آنکھوں میں عینک لگا کر نمودار ہوا تو ان دو اشعار:

''حمار انگیز ٹوپی ہے، حماقت خیز شروانی ۞ چغد پرور نگاہ ناز پر عینک کی تابانی
غلاف کعبہ سے ملتی ہے رنگت ان کے چہرے کی ۞ ہوئی جاتی ہے بوسہ گاہِ عالم لوحِ پیشانی''

میں اس بدشکل طالب علم کا خاکہ اڑایا۔ مولانا علیہ الرحمۃ نے مذاق ہی مذاق میں بڑی اچھی بات کہہ دی کہ عمدہ لباس پہن کر کوئی بدشکل آدمی، خوب صورت نہیں بن سکتا۔ راقم الحروف کے عندیہ میں درج بالا مزاحیہ اشعار میں دراصل حضرت علی رضی اللہ عنہ (۶۰۰ء۔ ۶۶۰ء) کی طرف منسوب درج ذیل شعر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

لَیسَ الجمالُ بِأثوابٍ تُزَیِّنُنَا
اِنَّ الجمالَ جمالُ العِلمِ والاَدبِ

یعنی زینت بخشنے والے کپڑوں سے انسان میں خوب صورتی پیدا نہیں ہوتی۔ انسان کی خوب صورتی کا راز انسان کے علم وادب کی خوب صورتی میں مضمر ہے۔

سطور بالا میں مولانا نظام الدین کی طالب علمی کے دور کی شاعری پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ ۱۹۴۷ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد جب سید صاحبؒ تدریسی خدمات انجام دینے پر مامور کئے گئے اور اس کے بعد جب دینی وفکری اور ملی وقومی رہنمائی کے میدان میں انہوں نے قدم رکھا تو ان کی شاعری میں پختگی کے ساتھ جاذبیت اور دلکشی پیدا ہوگئی تھی۔ ۱۹۵۹ء میں جب راقم ناچیز کا داخلہ مدرسہ ریاض العلوم ساٹھی (چمپارن) میں ہوا تو اس وقت ریاض العلوم کے ہر ذی ہوش اور باذوق طالب علم کو حضرت مولانا سید نظام الدینؒ کا یہ سلام:

سلام اس پر جو آیا رحمۃ للعالمیں بن کر
سلام اس پر جو آیا ہادی دین متیں بن کر

پڑھتے ہوئے سنا۔ حضرت مولانا کا یہ سلام، حفیظ جالندھری (۱۹۰۰ء۔ ۱۹۸۲ء) کے شہرۂ آفاق سلام:

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی
سلام اے فخر موجودات، فخر نوعِ انسانی

اور مولانا ماہر القادریؒ کے مشہور زمانہ سلام:

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دست گیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

کے طرز اور انداز پر اسی بحر میں لکھا گیا ہے۔ حفیظ جالندھری اور مولانا ماہر القادری کے سلام کے طرز اور بحر میں مشہور شاعر اور ماہر اقبالیات پروفیسر جگن ناتھ آزاد (۱۹۱۸ء۔ ۲۰۰۴ء) کا یہ فکر انگیز سلام بھی ہے:

سلام اس ذات اقدس پر، سلام اس فخر دوراں پر
ہزاروں جس کے احسانات ہیں دنیائے انساں پر

مذکورہ تین عظیم شعراء کے سلام کے انداز پر رحمت عالم ﷺ کے حضور والہانہ عقیدت کے ساتھ مولانا سید نظام الدینؒ کا نذرانۂ سلام پیش کرنا ایک بہت بڑا شعری کارنامہ ہے۔ ان کے سلام کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

سلام اس پر جو آیا رحمۃ للعالمیں بن کر ۞ سلام اس پر جو آیا ہادی دین متیں بن کر
گزرجاتا تھا طوفانوں سے کوئی غم نہ کرتا تھا ۞ مصائب اور حوادث میں کبھی ماتم نہ کرتا تھا
نہ لیتا تھا کبھی دشمن سے وہ بدلہ عداوت کا ۞ وہ حلم وصبر کی تصویر تھا، پیکر شجاعت کا
سلام اس پر کہ جس نے قلب انساں کو جلا بخشی ۞ خرد کا نور بخشا، علم وحکمت کی ضیا بخشی
عداوت کیش فطرت کو محبت کی ادا بخشی ۞ سزا کے مستحق بندوں کو مولا کی رضا بخشی

اسلوب و بیان کی ندرت اور ذات رسالت مآب ﷺ سے بے پناہ عقیدت کے لحاظ سے استاد محترم کا یہ سلام درج بالا شعراء کے سلام کے مقابلے میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

استاد محترمؒ کا زیر بحث ''یہ سلام'' غالباً مدرسہ چترا سے نکلنے والے مجلہ ''رحمت'' میں (اگر میری یاد داشت درست ہو) ۱۹۴۹ء اور ۱۹۶۲ء کے کسی درمیانی شمارے میں شائع ہوا تھا۔ استاد محترم کا یہ مطبوعہ سلام پہلی بار میری نگاہ سے گزرا تھا۔ حضرت مولاناؒ عموماً اپنا کلام اس زمانے میں شائع نہیں کراتے تھے۔ اپنی بیاض میں محفوظ بھی نہیں کرتے تھے۔ اسی لئے ان کا اکثر کلام محفوظ نہیں رہ سکا۔

۱۹۵۹ء میں ریاض العلوم ساٹھی کی طرف منسوب حضرت مولانا سید نظام الدینؒ کا یہ ترانہ بھی نظر سے گزرا:

یہ مظہر شانِ ملت ہے، یہ منبع علم و عرفاں ہے ۞ یہ درس گہہ اخلاق نبی، یہ محفلِ ذکرِ یزداں ہے
ایمان ویقین کے جلووں سے معمور ہیں صبح وشام یہاں ۞ گردش میں ہمیشہ رہتا ہے تسلیم و رضا کا جام یہاں
یہ امن وسکوں کا گہوارہ یہ صدق وصفا کی بستی ہے ۞ ہر پھول میں اس پھلواری کی اک بوے وفا کی مستی ہے
ہر لمحہ شراب وحدت سے لب ریز یہاں کا مینا ہے ۞ ہر قلب یہاں کا روشن ہے، ہر آنکھ یہاں کی بینا ہے
میدانِ عمل میں بڑھنے کا ہر آن یہاں اک جذبہ ہے ۞ ہر ذرہ یہاں اک پربت ہے، ہر قطرہ یہاں اک دریا ہے
قائم ہے یہ بزم ایمانی فیضانِ ریاض احمد سے ۞ روشن ہے یہاں ہر دیدہ و دل عرفان ریاض احمد سے
وہ نور یہاں سے چمکے گا ظلمت کی گھٹا چھٹ جائے گی ۞ یہ طوق جہالت ٹوٹے گا زنجیرِ بلا کٹ جائے گی
دیکھو گے فضائے عالم پر اک ایسا علم لہرائے گا ۞ گم کردۂ رہ انسانوں کو منزل کا نشاں مل جائے گا

مدرسہ ریاض العلوم ساٹھی (چمپارن) کے سابق صدر مدرسہ حضرت مولانا ریاض احمدؒ (۱۸۸۱ء۔ ۱۹۶۱ء) اپنی

وفات سے پہلے تک جب بھی ریاض العلوم ساٹھی میں آئے اور ان کے اعزاز میں کوئی اجلاس عام منعقد کیا گیا تو یہ ترانہ اس اجلاس میں پڑھا گیا۔

مولانا سید نظام الدینؒ کے اجل تلامذہ میں جناب مولانا عبد الحق قاسمی صاحب سابق صدر المدرسین دار العلوم بسوریا مغربی چمپارن، میری اس بات کی تائید کر سکتے ہیں جنہیں آج بھی یہ ترانہ زبانی یاد ہے۔

راقم الحروف کے خیال میں ۱۹۶۵ء میں جب مولانا سید نظام الدینؒ نے امارت شرعیہ کی نظامت کی ذمہ داری قبول کی تو حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ (۱۹۱۳ء۔ ۱۹۹۱ء) نے ان سے جامعہ رحمانی کا ترانہ لکھوایا۔ مدرسہ ریاض العلوم ساٹھی کا ترانہ پہلے سے موجود تھا، اس ترانے میں حسب ذیل اشعار:

اللہ کے فضل و رحمت سے آسان یہاں ہر مشکل ہے ۞ ہر کوہِ گراں اک زینہ ہے، ہر موج بلا اک ساحل ہے

پاتے ہیں کتاب وسنت کی تنویر یہاں، تصویر یہاں ۞ اسلام کے سچے خوابوں کی ملتی ہے ہمیں تعبیر یہاں

مولانا سید نظام الدینؒ نے بڑھا دیئے اور ترانے کے چھٹے شعر:

قائم ہے یہ بزمِ ایمانی فیضانِ ریاض احمد سے
روشن ہے یہاں ہر دیدہ و دل عرفان ریاض احمد سے

میں ریاض احمد کی جگہ ''منت'' لا کر اس شعر کو یوں کر دیا:

قائم ہے یہ بزمِ ایمانی فیضان نگاہِ منت سے
روشن ہے یہاں ہر دیدہ و دل عرفانِ نگاہِ منت سے

۱۹۹۱ء میں جب حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ کا انتقال ہو گیا اور ان کے جانشیں حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانیؒ (۱۹۴۳ء۔ ۲۰۲۱ء) ہوئے تو استاد محترم مولانا سید نظام الدینؒ نے مزید درج ذیل دو اشعار:

اب سایہ فگن ہے ظل ہما مولانا ولی رحمانی کا ۞ چرچا ہے زمیں سے تابہ فلک اس جلوہ گہہ ربانی کا

ساقی کی نگاہ لطف و کرم سے کون ہے تشنہ کام یہاں ۞ فیضانِ ولی کامل سے سیراب ہیں خاص وعام یہاں

اضافہ کر کے مدرسہ ریاض العلوم ساٹھی کے ترانے کو جامعہ رحمانی مونگیر کی طرف منسوب کر دیا۔

بہر حال راقم ناچیز یہاں اس بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہے کہ اسرار الحق مجاز رودلوی (۱۹۱۱ء۔ ۱۹۵۵ء) نے مسلم یونیورسیٹی علی گڑھ کا ترانہ ۱۹۳۶ء میں لکھا تھا۔ مجاز کے ترانے کی بحر اور اسلوب و انداز میں دار العلوم دیو بند اور ندوۃ العلماء لکھنؤ جیسے علمی و دینی اداروں کے ترانوں سے پہلے استاد محترم مولانا سید نظام الدینؒ نے ۱۹۵۹ء کے آس پاس زیر بحث ترانہ لکھا تھا۔

مولانا سید نظام الدینؒ کی بلند فکر اور پاکیزہ خیالات پر مشتمل شاعری کے حوالے سے سطور بالا میں جو کچھ تحریر کیا گیا ہے، اس کے پیش نظر یہ بات کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ حضرت مولاناؒ قادر الکلام شاعر تھے۔ خدا شاہد ہے وہ شورش کاشمیری مرحوم ۱۹۱۷ء۔ ۱۹۷۵ء کی طرح ایک ہی نشست میں پوری نظم یا غزل لکھنے پر قادر تھے۔

۱۹۶۰ء یا ۱۹۶۱ء کی بات ہے، مدرسہ ریاض العلوم ساٹھی میں حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ کا پروگرام تھا۔ انعقاد اجلاس سے ایک دن پہلے مجھے بلوایا اور فرمایا: سادہ کاغذ لاؤ، میں سادہ کاغذ لے کر ان کے حجرے میں پہنچا تو کاغذ لے لیا اور اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا اور وہ حضرت امیر شریعت رابعؒ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے منظوم سپاس نامہ لکھنے لگے، کوئی بیس پچیس منٹ میں کوئی آٹھ یا نو اشعار پر مشتمل منظوم سپاس نامہ لکھ کر میرے حوالے کر دیا اور فرمایا کہ اپنی تحریر میں صاف صاف لکھ کر اسے اپنے پاس رکھ لینا، کل جب مولانا محمد ہارون صاحب (۱۹۰۹ء۔ ۱۹۸۲) خانقاہ خیر اباد کے صاجزادے مولوی بشیر احمد (وفات ۲۰۲۰) آجائیں تو یہ سپاس نامہ ان کو دے دینا، وہی یہ سپاس نامہ حضرت امیر شریعت رابع کی خدمت میں پیش کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس منظوم سپاس نامے کے اشعار راقم کو زبانی یاد تھے لیکن اب درج ذیل تین اشعار:

السلام اے حضرتِ میرِ شریعت السلام ۞ السلام اے پیشوائے قوم و ملت السلام
جس طرح ذروں کو کرتا ہے منور آفتاب ۞ بڑھ گئی ہے تیری آمد پر چمن کی آب و تاب
آب رو ملت کی تیرے دیدۂ پرنم سے ہے ۞ جس طرح پھولوں کی رونق قطرۂ شبنم سے ہے

ذہن میں محفوظ رہ گئے ہیں۔

غالباً ۱۹۷۱ء کے آس پاس ایک بار امارت شرعیہ پھلواری شریف پہنچا تو میں نے ایک غزل استاد محترم مولانا سید نظام الدینؒ کی خدمت میں اصلاح کے لئے پیش کی غزل کا مطلع تھا:

حاصل زندگی درد و غم ہے ۞ ہر قدم پر الم ہی الم ہے

استاد محترمؒ نے پہلا مصرعہ قلم زد کر کے مطلع کو یوں کر دیا:

حاصل زندگی درد و غم ہے ۞ یہ کسی کی نگاہِ کرم ہے

دوسرے شعر کا پہلا مصرع تھا:

وہ تصور میں کیوں آرہے ہیں؟

میں نے دوسرا مصرع دانستہ چھوڑ دیا تھا۔ استاد محترم نے دوسرا مصرع لگا کر دوسرا شعر یوں کر دیا:

یہ انوکھی ادائے ستم ہے ۞ وہ تصور میں کیوں آرہے ہیں؟

اس طرح اصلاح دے کر انہوں نے دونوں اشعار میں غضب کی روانی پیدا کر دی۔

ہندوستان کے بالغ نظر عالم دین مولانا محمد مصطفیٰ مفتاحیؒ (۱۹۴۷ء۔۲۰۰۹ء) (مغربی چمپارن بہار) نے مجھے بتایا کہ ایک بار حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ نے بطور امتحان مولانا سید نظام الدینؒ کو یہ مصرع:

قبر میں اٹھ کے پیوں حشر میں جانے کے لئے

سنا کر فرمایا:

اگر یہ کسی شعر کا دوسرا مصرع ہو تو، آپ جیسے شاعر کے خیال میں اس کا پہلا مصرع کیا ہونا چاہئے؟

مولانا سید نظام الدینؒ نے برجستہ فرمایا:

رکھ دو اک ساغرِ مَے ہوش آنے کے لئے

اب پورا شعر یوں ہو گیا:

رکھ دو اک ساغرِ مَے ہوش آنے کے لئے
قبر میں اٹھ کے پیوں حشر میں جانے کے لئے

اس طرح استاد محترمؒ نے حضرت امیر شریعت رابعؒ کے دل و دماغ پر اپنی شاعری اور قادر الکلامی کا سکہ جما دیا۔ ایسا لگتا ہے کہ حضرت مولانا سید نظام الدینؒ کی قادر الکلامی کا بہ راہ راست مشاہدہ کرنے کے بعد حضرت امیر شریعت رابعؒ نے ان سے جامعہ رحمانی کا ترانہ لکھوانے کا فیصلہ کیا ہوگا۔

قطعات ہوں یا نظمیں، سلام و نعت اور ترانے ہوں یا غزلیں، استاد محترم کی قادر الکلامی کی جلوہ گری ہر جگہ نمایاں ہے۔ پاکیزہ جذبات و احساسات اور واردات قلب کو دل نشیں اور پر تاثیر اشعار میں تصویر کشی کا نمونہ استاد محترمؒ کی حسب ذیل نعت ہے:

نکل کر ذو الحلیفہ سے جو دیکھا شوق کے مارے ❁ تو چمکے دور ہی سے مسجد نبویؐ کے مینارے
مری آنکھوں کو جس دم گنبد خضرا نظر آیا ❁ تصور میں رسول پاک کا جلوہ نظر آیا
وہ جلوہ جس سے روشن کائناتِ بزم امکاں ہے ❁ وہ جلوہ جس سے تابندہ حیاتِ نوع انساں ہے
وہ جلوہ جس پہ لاکھوں بار میرے جان و دل قرباں ❁ وہ جلوہ جس کی الفت، جس کی عظمت حاصل ایماں
مدینہ سامنے تھا یا تمنا زندگی بھر کی ❁ زیارت اک فقیرِ بے نوا کی شاہ کے در کی
زباں تر تھی مری صلِّ علیٰ کے ذکر پیہم سے ❁ بہے جاتے تھے آنسو سرخوشی کے چشم پرنم سے
یہی جی چاہتا تھا سب سے آگے کو نکل چلئے ❁ یہاں پیروں سے کیا چلنا، یہاں تو سر کے بل چلئے

زمیں کا قطعہ وہ جس میں نبیؐ کا جسم اطہر ہے ۞ قسم اللہ کی رتبے میں کعبے سے فزوں تر ہے

۱۹۶۹ء میں مولانا سید نظام الدینؒ نے پہلا حج کیا تھا، اس سفر میں جب وہ ذوالحلیفہ سے آگے بڑھے تو ۵ ؍کیلومیٹر دور ہی سے مسجد نبوی کے حسین وجمیل مینارے اور گنبد خضرا کا روح پرور سماں دیکھ کر ان کی چشم عقیدت میں جلوہ ہائے نبوت کی تصویریں جگمگانے لگیں۔ اس عالم کیف آگیں میں ان کے جذبات واحساسات خوب صورت اشعار کے پیکر میں ڈھل گئے۔

یہاں اس بات کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا علیہ الرحمہ کی درج بالا نعت کو ان کے کسی عقیدت مند نے پٹنہ کے کسی اخبار میں اشاعت کے لئے بھیج دیا تھا جس کا آخری شعر یوں چھپ گیا تھا:

زمیں کا وہ قطعہ جس میں نبیؐ کا جسم اطہر ہے
قسم اللہ کی رتبے میں کعبہ سے فزوں تر ہے

اس شعر کے پہلے مصرعے میں لفظ ''قطعہ'' سے پہلے ''وہ'' کا اشارہ بعید سہواً لکھ دیا گیا تھا جس کی وجہ سے اس شعر کا پہلا مصرع غیر موزوں ہوگیا تھا۔ اس پر پٹنہ کے چند اصحاب ذوق نے اعتراض کردیا تھا کہ اس نعت کا مقطع وزن سے خارج ہے۔ حالانکہ وہ سہو کتابت تھا۔

تعجب ہے کہ پٹنہ کے ماہرین عروض کی نظر مولانا علیہ الرحمۃ کے درج بالا نعت کے پہلے شعر:

نکل کر ذوالحلیفہ سے جو دیکھا شوق کے مارے
تو چمکے دور ہی سے مسجد نبویؐ کے مینارے

کے دوسرے مصرعے پر کیوں نہیں گئی جس مصرعے میں لفظ ''نبوی'' کی ''ب'' جو متحرک بالفتح ہے، اس کو مولانا علیہ الرحمۃ نے ساکن کردیا ہے۔ ضرورت شعری کی بنا پر متحرک کو ساکن اور ساکن کو متحرک کرنے کی مثالیں ہمیں شعراء کے اشعار میں ملتی ہیں۔

شہنشاہ تغزل جگر مرادآبادی مرحوم (۱۸۹۰ء۔ ۱۹۶۱ء) نے ذیل کے شعر:

طرفین غم عشق کے ہیں تازہ ستم اور
اب دیکھئے کیا ہو کہ تم اور نہ ہم اور

میں طرفین کی ''ر'' جو متحرک ہے اسے ساکن کردیا ہے۔

دل چسپ بات تو یہ ہے کہ حافظ شیرازی (وفات ۱۳۸۹ء) نے اپنی ایک مشہور غزل کے اس شعر:

حدیث از مطرب و مے گوے وراز دہر کمتر جو
کہ کس نکشود ونکشاید بہ حکمت ایں معما را

میں (جو مولانا علیہ الرحمۃ کی زیر بحث نعت کی بحر میں ہے) اس کے دوسرے مصرعے میں ''نکشو دو نہ کشاید'' کے حرف ''ک''، کو جو دونوں جگہ متحرک ہے اسے ساکن استعمال کیا ہے۔

بہ ہر حال میں اس بات کی طرف توجہ دلانا چاہوں گا کہ محمد عارف اقبال نے اپنی تالیف ''باتیں امیر کارواں کی'' میں مولانا علیہ الرحمۃ کی شاعری کے زیر عنوان ان کا جو کلام شائع کیا ہے اس میں کئی مقامات پر اشعار کے اندراج میں غلطیاں ہوگئی ہیں جن کی وجہ سے چند اشعار غیر موزوں نظر آتے ہیں، آئندہ مولانا علیہ الرحمۃ کے احوال و آثار پر جو کتاب شائع ہونے والی ہے اس میں اشعار کی صحت پر خصوصی توجہ دی جانی چاہئے۔

میں اپنے مضمون ''حضرت مولانا سید نظام الدینؒ کی شاعری: ایک تجزیاتی مطالعہ'' میں مولانا علیہ الرحمۃ کی شاعری پر تفصیل سے روشنی ڈال چکا ہوں۔ یہ مضمون پروفیسر ریاض الرحمن خان شروانیؒ (۱۹۲۴ء۔۲۰۱۹ء) کی ادارت میں شائع ہونے والے آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ کے ترجمان ماہنامہ کانفرنس گزٹ کے مارچ اور اپریل ۲۰۱۶ء کے شماروں میں دو قسطوں میں چھپ چکا ہے۔ یہ مضمون محمد عارف اقبال (دربھنگہ) کی تالیف ''امیر شریعت سادسؒ: نقوش و تاثرات''، میں شامل ہے۔ اور میری کتاب نقوش آگہی میں بھی۔ ایسے میں حضرت الاستادؒ کی غزلوں پر مزید تفصیل سے اظہار خیال تحصیل حاصل کے مترادف ہوگا۔ اس لئے ان کی غزلوں کے چند اشعار پر اظہار خیال کر کے اپنی بات ختم کرنا چاہوں گا۔

ایک غزل کا مطلع ہے:

جب موسم گل میں جوشِ جنوں بڑھتا ہے ترے دیوانوں کا
صدر شک چمن بن جاتا ہے پل بھر میں سماں ویرانوں کا

جب چمن میں بہار آتی ہے تو دیوانوں کا جوش جنوں حد سے فزوں ہو جاتا ہے۔ وہ چمن کو خیر باد کہہ کے ویرانوں میں چلے جاتے ہیں، چمن پر سناٹا چھا جاتا ہے اور ویرانہ صحرا رشک چمن بن جاتا ہے کیوں کہ گلشن ہستی کی چہل پہل اور تماشا گاہ عالم کی رونق انسانوں اور تماش بینوں سے ہے۔ جہاں انسان نہیں وہاں کوئی رونق نہیں۔ فصل گل میں دراصل دیوانے ہی لطف اندوز ہوتے ہیں جو جوش جنوں میں صحرا کو آباد کر کے اسے رشک جنت بنا دیتے ہیں۔ اہل خرد کو فلسفے کی گتھیوں کے سلجھانے سے فرصت ہی کہاں ملتی ہے کہ وہ موسم گل کی سرمستیوں سے لطف اندوز ہوسکیں۔

میزان عمل میں دونوں ہیں، پر کون وہاں کام آتا ہے
یا بانگِ اذاں فرزانوں کی یا نعرۂ ہو مستانوں کا

اس شعر کے دوسرے مصرعے میں ''یا'' حرف عطف ہے یہ حرف، تردید وانفصال کے لئے آتا ہے، کبھی تائید کے لئے

آتا ہے اور کبھی دو مختلف باتوں کو مساوی اور برابر قرار دینے کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ کبھی ''یا'' کو معطوف علیہ اور معطوف دونوں پر داخل کیا جاتا ہے جیسا کہ مصرع ہذا میں۔ یہاں ''یا'' موخر الذکر معنی میں مستعمل ہے۔ اس مصرعے میں بانگ اذاں عبارت ہے، اسلام کے ظاہری ارکان سے اور فرزانوں سے ان ارکان پر عمل کرنے والے مراد ہیں۔ اسی طرح ''نعرۂ ہو'' سے ''ماسوا'' کا انکار کر کے ذکر الٰہی میں خود کو فنا کر دینا مقصود ہے اور مستانوں سے اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر وفکر میں خود کو فنا کر دینے والوں کی طرف حشر کے دن میزان عمل میں اسلام کے ظاہری ارکان پر عمل کرنے والوں کے اعمال بھی تولے جائیں گے اور فنا فی اللہ ارباب طریقت کے اعمال بھی۔ ان میں سے کون سے لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور سرخ رو ہوں گے؟ اسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ شاعر کے نزدیک اسلام کے ظاہری ارکان پر عمل کرنا رضائے الٰہی کا سبب ہوگا تو اللہ کے ذکر وفکر میں خود کو فنا کر دینا بھی اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ یہ شعر معنیٰ آفرینی اور ندرت بیان کی بہترین مثال ہے:

مذکورہ غزل کا مقطع ہے:

اس بحر حوادث میں قائمؔ پہنچے گا وہی اب ساحل تک
جو موج بلا کا خوگر ہو رخ پھیر سکے طوفانوں کا

مولانا سید نظام الدینؒ دار العلوم دیوبند کے طالب علمی کے زمانے میں فرحت گیاوی تخلص کرتے تھے لیکن درج بالا مقطع میں انہوں نے اپنا تخلص قائمؔ لکھا ہے۔ مولانا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ دنیا ایک سمندر ہے جس میں موجیں اٹھتی رہتی ہیں، انسان اس کشتی پر سوار ہے جو موجوں میں پھنسی ہوئی ہے۔ اگر ''ناخدا'' خوگرِ رنج ہے اور اس میں ''امواج بلا'' سے مقابلے کی ہمت وجرأت ہے تو وہ ہواؤں کا رخ موڑ سکتا ہے۔ اس طرح اس کی کشتی ساحل مراد تک پہنچ سکتی ہے۔ بہ صورت دیگر کشتی کو ڈوبنے سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ مرزا غالب (۱۷۹۷ء-۱۸۶۹ء) نے کہا ہے:

رنج کا خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہوگئیں

لیکن ہمارے شاعر کے نزدیک صرف خوگر رنج ہونے سے مشکلیں آسان نہیں ہوتیں۔ بلکہ مشکلیں آسان ہوتی ہیں عزم بلند اور جرأت وہمت سے۔ ہمارے شاعر کا خیال درست ہے۔ ایک خوب صورت غزل کا جاذب فکر ونظر شعر ملاحظہ ہو:

پکڑ کر ہاتھ واعظ کا سرِ مے خانہ لے آئے
نہیں تو مے کی لذت ان کو سمجھانے کہاں جاتے

واعظ کے ہزار سمجھانے سے ''رند'' شراب نوشی سے باز نہیں آتا۔ واعظ ''رند'' سے پوچھتا ہے:

''آخر شراب میں وہ کون سی خوبی ہے کہ تو اسے ترک نہیں کرتا''۔

رند بڑا ذہین اور چالاک ہے۔ واعظ کا ہاتھ پکڑ کر اسے مے خانے میں لاتا ہے اور کہتا ہے:

''حضور! نشۂ شراب کے چار درجے ہیں:

(۱) سرخوش: اس درجے میں شراب نوش کی مستی اعتدال میں رہتی ہے وہ بہکی بہکی باتیں نہیں کرتا۔

(۲) تر دماغ: اس حالت میں مے نوش میں نیم مستی کی کیفیت ہوتی ہے اور سرور ہی سرور رہتا ہے۔ اِدھر اُدھر کی باتیں نہیں کرتا۔

(۳) سیہ مست: اس کیفیت میں وہ بدمست ہو جاتا ہے اور بہکی بہکی باتیں کرنے لگتا ہے۔

(۴) خراب: اس درجے میں شراب نوش کے ہوش و حواس قائم نہیں رہتے وہ لڑکھڑا کر گر جاتا ہے۔

نشۂ شراب کی کیفیات بتانے کے بعد ''رند'' واعظ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے:

''حضور! نشۂ شراب کی کیفیات سے واقفیت کے بغیر شراب کی کیف آگیں لذت معلوم نہیں ہو سکتی۔ شراب پی کر دیکھئے کس قدر سرور بخش ہے۔ واعظ، رند کے بہکاوے میں آجاتا ہے۔ اس طرح اس کا تقویٰ بھی ٹوٹ جاتا ہے اور رند کو واعظ کی لعنت و ملامت سے بھی نجات مل جاتی ہے۔

اپنے گھر میں اچانک معشوق کی تشریف آوری پر غالب نے یوں اظہار تعجب کیا ہے:

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو، کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

مولانا الطاف حسین حالیؒ نے اس شعر کی تشریح کی ہے:

''اپنے گھر میں معشوق کے آنے پر جو تعجب اور حیرت ہوئی ہے، دوسرے مصرعے میں کیا عمدہ تصویر کھینچی ہے۔ یعنی کبھی معشوق کو دیکھتا ہے اور کبھی اپنے گھر کو کہ اس گھر میں ایسا شخص وارد ہوا ہے''۔۔۔(یادگار غالب اردو مطبوعہ مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ دہلی ص: ۱۶۹)

حضرت مولانا سید نظام الدینؒ نے مضمون مذکور کو غالب سے بھی عمدہ اور دل کش پیرائے میں بیان کیا ہے:

یہ رستہ بھولنا بھی خوب ہے وہ میرے گھر پہنچے
اندھیری رات تھی تنہا خدا جانے کہاں جاتے

معشوق کہیں گیا ہے، واپسی میں رات ہو گئی، رات تاریک تھی اور معشوق تنہا تھا، راستہ بھول گیا اور اتفاقاً عاشق کے گھر پہنچ گیا۔ حسن مغرور یعنی معشوق کی غیر متوقع آمد پر عاشق کو استعجاب آمیز مسرت ہوتی ہے، استعجاب تو اس بات پر کہ معشوق اس

کے گھر پہنچا ہے، اور حسرت اس بات پر کہ معشوق کہیں اور چلا جاتا اور اس کو تکلیف ہو جاتی یا کہیں وہ گم ہو جاتا تو عاشق کے لئے یہ صدمہ جاں کاہ ثابت ہوتا۔

مولانا علیہ الرحمۃ کی ایک غزل کا مطلع ہے :

میں ان کی یاد کو وجہ سکون دل سمجھتا ہوں
یہی دولت ہے جس کو عمر کا حاصل سمجھتا ہوں

معشوق کی یاد کو سکون دل کا سبب قرار دے کر اسے زندگی کا حاصل سمجھنا ایک پختہ کار اور مخلص عاشق کا شیوہ ہو سکتا ہے۔ ہوس رانوں میں یہ حوصلہ کہاں؟

اس غزل کا ایک شعر یہ ہے:

مری کشتی کو طوفان حوادث کا گلہ کیوں ہو
کہ ہر موج بلا کو اک نیا ساحل سمجھتا ہوں

ہر موج بلا کو نیا ساحل سمجھ کر طوفان حوادث کا گلہ نہ کرنا کوئی معمولی بات نہیں۔

غزل کا آخری شعر ہے :

وہ جس کی زلفِ شب گوں سے سوادِ قلب روشن ہے
اسی کے نقشِ پا کو رہ برِ منزل سمجھتا ہوں

زلف شب گوں: رات کی طرح سیاہ زلف۔ اس سے مراد ہے رسول اللہ ﷺ کی زلف سیاہ۔ روایتوں میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کے موئے مبارک سیاہ اور گھونگریالے تھے۔ سواد قلب سے شاعر کا سیاہ دل مراد ہے، جو رسول اللہ ﷺ کی یاد سے روشن ہے۔ ''زلفِ شب گوں'' آپ ﷺ کے جسم اطہر کا ایک جز ہے۔ یہاں بہ طور مجاز مرسل زلف شب گوں سے جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی مراد ہے۔ شاعر کہتا ہے:

''وہ ذات اقدس ﷺ جن کی یاد سے سواد قلب روشن ہے، انہیں کے نقش قدم پر چل کر منزل مراد مل سکتی ہے، اسی لئے انہیں کے نقش قدم کو رہ بر منزل سمجھتا ہوں۔''

اس شعر میں مولانا نظام الدینؒ نے نہایت بلیغ انداز اور عمدہ اسلوب میں رسول اللہ ﷺ کی ذات والا صفات سے والہانہ عقیدت کا اظہار کیا ہے، جن کی اتباع میں نوعِ انسانی کی نجات ہے۔

مولانا سید نظام الدینؒ کی غزلوں کے فکر انگیز، دل نشیں اور خوب صورت اشعار سے ان کی شاعرانہ عظمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

یہاں اس بات کا ذکر بے محل نہیں کہ استاد محترمؒ کو اردو کے ممتاز شعراء کے بے شمار اشعار از بر تھے۔علمی مجلسوں میں برمحل عمدہ اشعار پڑھ کر اپنی گفتگو میں تاثیر پیدا کرنے میں انہیں بڑی قدرت حاصل تھی۔سیرت النبیؐ اور اصلاح معاشرہ کے جلسوں میں علامہ اقبال (۱۸۷۷ء۔۱۹۳۸ء) کا یہ شعر:

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزہ تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

پڑھ کر سامعین کی توجہ اپنی تقریر کی طرف مبذول کرنے کا مشاہدہ راقم نے بارہا کیا ہے۔

ہندوستان کے بہت سے اصحاب علم، مولانا سید نظام الدینؒ کو ایک وسیع النظر عالم دین، بالغ نظر دانش ور، مخلص قائد رشد و ہدایت اور پیشوائے قوم و وطن کی حیثیت سے جانتے اور پہچانتے تھے۔ان کی وفات کے بعد دسمبر ۲۰۱۵ء میں جب محمد عارف اقبال (دربھنگہ) کی تالیف ''امیر شریعت سادسؒ: نقوش تاثرات'' منظر عام پر آئی اور اس میں ان کی شاعری پر حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندویؒ (۱۹۲۹ء۔۲۰۲۳ء) مولانا واضح رشید ندویؒ (۱۹۳۲ء۔۲۰۱۹ء) اور پروفیسر کلیم عاجز (۱۹۲۰ء۔۲۰۱۵ء) وغیرہم کے مضامین شائع ہوئے تو بہت سے ذی علم حضرات کو معلوم ہوا کہ وہ بہ ہمہ علم و فضل ایک قادر الکلام اور نغز گفتار شاعر بھی تھے۔اس طرح مولانا سید نظام الدینؒ کی وفات کے بعد غالب کا یہ مصرع:

شہرت شعرم بہ گیتی بعد من خواہد شدن

ان کی شاعری پر بھی صادق آتا ہے۔

راقم الحروف کی کتاب ''نقوش آگہی'' کے مقدمے میں مشہور دانش ور ڈاکٹر غطریف شہباز ندوی رقم طراز ہیں:

''مولانا سید نظام الدین مرحوم جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی حیات وخدمات اور ادبی حیثیت پر دو مضامین اس مجموعے میں شامل ہیں۔مولانا کی ادبی حیثیت کا جائزہ گہرائی سے لیا گیا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ ان کے شاعرانہ کمالات ابھی تک لوگوں کی نگاہوں سے چھپے ہوئے تھے، ان کا تعارف بورڈ کے ایک بڑے قائد کی حیثیت ہی سے لوگوں کے سامنے ہے۔محترم ریاضی صاحب نے جو مثالیں ان کی شاعری اور غزلوں کی پیش کی ہیں ان سے بجا طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مولانا نے طبع رواں پائی تھی اور وہ بڑی پختگی کے ساتھ شعر کہتے تھے''

—(نقوش آگہی ص: ۷، ۸)

****

احکام اسلامی

(۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین کہ اگر نکاح کی مجلس میں لڑکی اورلڑکے کے قریبی رشتہ دار (دونوں) ایک جگہ جمع ہوں اورلڑکا دوسری جگہ ہو لیکن ویڈیو کال کے ذریعہ براہ راست اس مجلس میں شامل ہو اور نکاح خواں ایجاب وقبول کروا کر نکاح پڑھادے تو شریعت کی رو سے نکاح درست ہوگا یا نہیں؟

سائل: عمر عبد اللہ پورنیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الجواب وھو الموفق للصواب

شریعت میں نکاح کے انعقاد کے لئے ایجاب وقبول کی مجلس کا ایک ہونا اورفریقین میں سے ہر ایک کا خود یا ان کے وکیل کا موجود ہونا شرط ہے، نیز دو گواہوں کا اسی مجلس میں ایک ساتھ موجود ہونا بھی شرط ہے، اگر فریقین میں سے کوئی ایک مجلس نکاح میں خود موجود نہ ہو تو اس صورت میں مجلس نکاح میں موجود کسی شخص کو اپنا وکیل مقرر کردے پھر یہ وکیل اپنے موکل (غیر موجود شخص) کی طرف سے اس کا نام مع ولدیت لے کر عقد نکاح کی مجلس میں ایجاب یا قبول کرے تو نکاح ہو جائے گا۔

لہذا صورت مسئولہ میں اگر لڑکا مجلس نکاح میں موجود نہ ہو اور نہ ہی کسی کو وکیل مقرر کیا ہو بلکہ ویڈیو کال کے ذریعہ براہ راست اس مجلس میں شامل ہو اور نکاح خواں ایجاب وقبول کروا کر نکاح پڑھا دے تو یہ نکاح شرعا درست نہیں ہوگا، اتحاد مجلس کی شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے، البتہ اگر وہ بذریعہ کال کسی شخص کو اپنا وکیل مقرر کردے اور یہ وکیل اس کی طرف سے نکاح کی مجلس میں ایجاب کرے اور لڑکی یا اس کا وکیل اس کو قبول کرلے تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

ومنها ان یکون الایجاب والقبول فی مجلس واحد حتی لو اختلف المجلس ...لاینعقد، و کذا اذا کان احدهما غائبا لم ینعقد — (الفتاوی الهندیه ۱/۲۶۹)

کل عقد جاز ان یعقده الانسان بنفسه جاز ان یؤکل به غیره، لان الانسان قد یعجز عن المباشرة بنفسه علی اعتبار بعض الاحوال فیحتاج الی ان یؤکل غیره — (الهدایه ۳/۱۳۶ کتاب الوکالة)

یصح التوکیل بالنکاح وان لم یحضره الشهود — (الفتاوی الهندیة ۱/۲۹۴)

المجیب
بدر احمد مجیبی
۵ محرم الحرام ۱۴۴۷ھ

(۲) کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟
قسطوں پر گاڑی خریدنا یا کریڈٹ کارڈ پر کوئی چیز خریدنا شرعا درست ہے یا نہیں؟ ہر جز کو مدلل طور پر بیان کر کے ممنون فرمائیں۔

المستفتی
محمد مظفر امام مجیبی
مقام: سنگھنا، پلاموں

الجواب وھو الموفق للصواب

(۱) قسطوں پر گاڑی خریدنا شرعا جائز ہے، بشرطیہ معاملہ اسی مجلس میں واضح اور صاف کر دیا جائے کہ گاڑی قسطوں پر لی جائے گی، نیز قسطوں کی تعداد اور ہر ماہ کی قسط شروع ہی میں طے کر لی جائے اور کسی قسط کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے کسی قسم کی اضافی رقم یعنی سود کی شرط نہ لگائی جائے۔ اگر قسط کی ادیگی میں تاخیر کی وجہ سے جرمانہ (PENALTY) عائد کیا جاتا ہو تو جرمانہ کے سود ہونے کی وجہ سے پورا معاملہ ہی فاسد ہوگا اور ایسی شرط کے ساتھ قسطوں پر لینا درست نہیں ہوگا۔

واذا عقد العقد علی انه الی اجل کذا بکذا وبالنقد بکذا... فھو فاسد وھذا اذا افترقا علی ھذا فان کان یتراضیان بینھما ولم یتفرقا حتی قاطعه علی ثمن معلوم واتما العقد علیه فھو جائز. لانھما ما افترقا الا بعد تمام شروط صحه العقد— (المبسوط للسرخسی، کتاب البیوع: ۸/۱۳)

(۲) کریڈٹ کارڈ بنوانا اور اس کا استعمال اصلاً ناجائز ہے کیونکہ اس میں ابتدا ہی سے قرض پر سود کا معاہدہ طے ہوتا ہے اور متعینہ مدت میں رقم ادا کرنے کی صورت میں سود دینا لازم ہو جاتا ہے، البتہ اگر کسی شخص کے لیے کریڈٹ کارڈ کا استعمال کرنا اور اس پر کوئی سامان خریدنا واقعی ضروری اور مجبوری ہو اور ڈیبٹ کارڈ سے کام نہ چل رہا ہو تو ایسے شخص کے لیے کریڈٹ کارڈ کے استعمال کی گنجائش ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ متعینہ مدت کے اندر تمام بلوں کی ادائیگی لازما کر دے تا کہ سود کی ادائیگی نہ کرنی پڑے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

واما الذی یرجع الی نفس القرض فھو ان لا یکون فیه جر منفعة فان کان لم یجز نحو ما اذا اقرضه دراھم غلة علی ان یرد علیه صحاحا او اقرضه وشرط له شرطا فیه منفعة لما روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: انه نھی عن قرض جر نفعا، ولان الزیادة المشروطه تشبه الربا لانھا فضل لا یقابله عوض والتحرز عن حقیقة الربا وعن شبھة الربا واجب— (بدائع الصنائع، کتاب القرض: ۵/۵۱۸)

المجیب
بدر احمد مجیبی
۵ محرم الحرام ۱۴۴۷ھ

قند پارسی

● حضرت مولانا حافظ شاہ شہاب الدین ثاقبؔ قادری پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

ہجوم زاہداں من بر درِ میخانہ می بینم ❁ قبا غرقِ مَے و بر سرِ خُم خمخانہ می بینم
چہ گویم ایں چہا شوریست در میخانہ می بینم ❁ کہ ہر وارفتہ را در شورش میخانہ می بینم
بہار آمد پر از مئے ساغرو پیمانہ می بینم ❁ نگاہ مئے کشاں بر ساقی میخانہ می بینم
عجب کیفے کہ در ہر جرعۂ پیمانہ می بینم ❁ کہ گہہ در ساغر و گہہ عارض جانانہ می بینم
سبو لبریز در کف کردہ سوے مئے کشاں مائل ❁ عجب انداز کیفِ ساقئ میخانہ می بینم
منم باشم کہ از شیخ حرم یا زاہد و عارف ❁ کسے باشد مگر در حسن او دیوانہ می بینم
نمی بینم گہے حسنِ بتان ما ہوش ہر گز ❁ مگر حسن نگار عارضِ جانانہ می بینم
بخواں مطرب بساز موسم ابر بہار امشب ❁ کہ ساقی را بہ سامان مئے و پیمانہ می بینم
نمی دانم کہ چوں می آئی اے زاہد بہ میخانہ ❁ خدا داند کہ عارف را چرا رندانہ می بینم
ہزاراں عاشق وشیدا برُو و مو و بر خالش ❁ نگہ بر رخ دل اندر مو ہوس بر دانہ می بینم
بہر چشم و دل و سینہ بہر سمت و مکاں بنگر ❁ بہ نور ذاتِ او آبادیِ ہر خانہ می بینم
بہ خیز از کنج زہد خود بروز اہد بہ میخانہ ❁ کشود عقدہ در ہر جرعۂ پیمانہ می بینم
بطاق ابروے او کشتگان تیغ ابرو را ❁ بصد جاں در ادائے واجب و شکرانہ می بینم

گھے خالی نہ شد ایں کاسہٴ مسکیں بصد شکراست ۞ کہ در جامم ہماں عکس رخِ جانانہ می بینم
نشد گاہے کہ کس برمنتہائے بندگی باشد ۞ عروج بندگی در خلعت شاہانہ می بینم
تماشا از نگاہ خویش ہر دم ہمچو پروانہ ۞ بگرد شمع در رقص دل دیوانہ می بینم
بگو اے محتسب دیشب شکستی جام و پیمانہ ۞ چہ شد امشب ترا من عاقل فرزانہ می بینم
چناں انگیختی صد فتنہ از گفتار و رفتارت ۞ کہ سامان دگر حسن تو در بتخانہ می بینم
چہ شد زاہد چرا ایں رندیت با پارسائیہا ۞ کہ مینا در کف و ہم سبحہٴ صد دانہ می بینم
غزل بر مصرعہ طرح نظامی گفتہٴ ثاقبؔ ۞ چہ خوش طرزِ سلف انداز استادانہ می بنیم
کرم بر خانہ ات کرد است یار تو چناں ثاقبؔ ۞ کہ عکس او بہر آئینہٴ کاشانہ می بنیم

گدائے او شدی ثاقبؔ طلب کن ہر چہ می خواہی
درش شاہانہٴ و لطف و کرم شاہانہ می بینم

٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭

ضروری اعلان

مدت خریداری معلوم کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ کے نام و پتہ کے اوپر جہاں مثلاً (Upto 2730/08 Dec.2026) لکھا رہے، اس کا مطلب ہے کہ آپ کا خریداری نمبر 2730/08 ہے اور Upto Dec.2023 کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری دسمبر ۲۰۲۴ء میں ختم ہوگئی ہے، آپ کے ذمہ ۲۰۲۵ء کا زرتعاون باقی ہے۔

براہ کرم پہلی فرصت میں اپنی خریداری فیس ادارہ ''المجیب'' کو ارسال کر کے اپنے ممبر شپ کو جاری رکھیں، رقم بھیجنے کے بعد رسید ضرور حاصل کریں اور رقم بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر اور پورا پتہ لکھیں۔۔۔(سرکولیشن منیجر)

Account Details

Account Holder Name : DARUL ESHAAT A UNIT OF MUJEEBIA EDUCATIONAL AND WELFARE TRUST

Account No. : 1409 8870 0000 022 || IFSC Code: YESB0001409

Branch Name : YES BANK LTD, Anisabad. || WhatsApp No: 9942000618

نعت شریف

- حضرت مولانا شاہ علی سجاد نعمتیؔ پھلواروی قدس اللہ سرہ العزیز
- ترجمۂ منظوم: مولانا محمد فصیح الدین عاصم قادری ـــــ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف

نعت شریف

رحمۃ للعالمیں آمد رسول ﷺ
عذر خواہ مذنبیں آمد رسول ﷺ
شد شب اسرا امام انبیا
پیشوائے مرسلیں آمد رسول ﷺ
عاصیاں را زیر دامانش کند
خوش پناہ مجرمیں آمد رسول ﷺ
امر و نہی حق بہ خلق آموختہ
شارع دین متیں آمد رسول ﷺ
حامی و مشکل کشا فریاد رس
دست گیر عاجزیں آمد رسول ﷺ
جان آدم قبلۂ عالم امام
اولیں و آخریں آمد رسول ﷺ

ترجمۂ منظوم

رحمۃ للعالمیں آئے رسول ﷺ
عذر خواہ مذنبیں آئے رسول ﷺ
وہ شب اسرا امام انبیا
پیشوائے مرسلیں آئے رسول ﷺ
عاصیوں کو زیر دامن اپنے لیں
خوش پناہ مجرمیں آئے رسول ﷺ
امر و نہی حق سکھایا خلق کو
شارع دیں متیں آئے رسول ﷺ
حامی و مشکل کشا فریاد رس
دست گیر عاجزیں آئے رسول ﷺ
جان آدم قبلۂ عالم امام
اولین و آخریں آئے رسول ﷺ

حامی امت شفیع روز حشر
تکیہ گاہ عاصییں آمد رسول ﷺ
با جمال نور تاب رشک بدر
ماہ کامل بر زمیں آمد رسول ﷺ
آمر و ناہی بشیر و ہم نذیر
بادشاہ روز دیں آمد رسول ﷺ
عاقبت محمود باشد نعمتیؔ
عذر خواہ ظالمیں آمد رسول ﷺ

حامی امت شفیع روز حشر
تکیہ گاہ عاصییں آئے رسول ﷺ
با جمال نور تاب رشک بدر
بن کے وہ ماہ زمیں آئے رسول ﷺ
آمر و ناہی بشیر و ہم نذیر
بادشاہ روز دیں آئے رسول ﷺ
عاقبت محمود ہوگی نعمتیؔ
عذر خواہ ظالمیں آئے رسول ﷺ

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

برائے مضمون نگار حضرات

- مجلہ ’’المجیب‘‘ کے لئے خالص علمی و ادبی مضامین چند شماروں تک قسط وار شائع کئے جا سکتے ہیں۔ باقی شخصیاتی مضامین ملخص کر کے ادارہ کو بھیجیں، بصورت دیگر ادارہ معذرت خواہ ہے۔
- جو بھی مضامین ارسال کریں وہ خالص المجیب کے لئے ہوں کسی دوسری جگہ نہ بھیجیں، انٹرنیٹ پر ادارہ کی وضاحت کے ساتھ پوسٹ کریں تاکہ مجلے کا معیار برقرار رہ سکے۔
- مضامین کمپوز او رنظر ثانی کے بعد ارسال کریں۔
- مضمون کے پہلے یا آخری صفحہ پر اپنا پورا نام و پتہ ضرور لکھیں۔
- مضامین بھیجتے وقت اس کی نقل اپنے پاس رکھیں، مضامین گم ہونے کی صورت میں ادارے پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوگی۔

سرکولیشن منیجر

نعت شریف

● محمد آیت اللہ قادری پھلواروی

تمہید ہے سپاس ہے یا اقتباس ہے ۞ قرآں میں جا بہ جا تری عظمت کا پاس ہے
سمجھا ہے گر کوئی تو بتائے نا پھر ذرا ۞ پہنے ہوئے یہ کون بشر کا لباس ہے
سجدے کو دل بھی جھکنے لگا ہے جبیں کے ساتھ ۞ شاید کوئے رسول یہیں آس پاس ہے
بیٹھا ہوا ہوں اشک ندامت لیے ہوئے ۞ اب تو متاع زیست یہی میرے پاس ہے
تیرا ظہور منشائے تخلیق کائنات ۞ تیرا وجود کون و مکاں کی اساس ہے
بگڑی وہی بنائیں گے میدانِ حشر میں ۞ مجھ کو بھروسہ مجھ کو یقیں مجھ کو آس ہے

وابستہ اسم پاک سے آیتؔ کا نام ہے
ان کا غلام ہے یہ سند اِس کے پاس ہے

✲✲✲✲✲✲✲✲✲✲✲✲

اس کیو-آر کوڈ کے ذریعے :

- دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ کی موجودہ اہم مطبوعات حاصل کر سکتے ہیں۔
- سہ ماہی مجلہ ''المجیب'' کی پی، ڈی، ایف آن لائن ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں۔
- خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف اور یہاں کے تمام شعبہ جات کی مکمل معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔
- یوٹیوب، فیس بک اور واٹس ایپ وغیرہ پر رویت ہلال، اعراس و مجالس کے اعلانات ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

https//:linktr.ee/khanquahmujeebia

نعت شریف

● پروفیسر سید محمد اسد علی خورشید — ڈائریکٹر، مرکز تحقیقات فارسی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

دست قدرت نے کوئی اس سا بنایا بھی نہیں ❁ اس لئے ثانی سلطان برایا بھی نہیں
قمری دل ہے تصدق قد بالا پہ ترے ❁ واہ! کیا قد ہے کہ جس کا کوئی سایہ بھی نہیں
یوں تو آئے ہیں بہت صاحب اوصاف وکمال ❁ جو شمائل میں مماثل ہو وہ آیا بھی نہیں
خالق ہر دو جہاں کی ہے قسم! مژدہ ترا ❁ ہے بھلا کون جسے اس نے سنایا بھی نہیں
وجہ تشریف محاسن ہے وہی حسنِ حسان ❁ اس کی تشریف کے بن شرف سجایا بھی نہیں
اس کے قدموں میں رکھوں سر ہے تمنا لیکن ❁ خود وہ آیا بھی نہیں، اس نے بلایا بھی نہیں
ہائے آنکھوں کا وہ جادو کہ کسی آنکھ نے پھر ❁ کحل مازاغ سوا اس کے لگایا بھی نہیں
دل ہے مسکن بت فرخ کا سوا اس دل میں کبھی ❁ یاد اغیار کی قندیل جلایا بھی نہیں

اس کی گلیوں میں ہی بسنے کی تمنا ہے اسدؔ
گھر کہیں اپنے لئے ہم نے بنایا بھی نہیں

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

منقبت

بہ بارگاہ اغاثت مآب رضی اللہ عنہ

● محمد آیت اللہ قادری پھلواروی

منم ادنیٰ گدائے غوث الاعظمؓ ۞ اسیر و مبتلائے غوث الاعظمؓ
بہ چشمم خاک پائے مصطفیؐ باد ۞ طفیل رہنمائے غوث الاعظمؓ
ہمہ شاہاں غلام آستانش ۞ عجب شان ولائے غوث الاعظمؓ
توئی سلطان و میر و غوث ثقلین ۞ ہمہ ہا زیر پائے غوث الاعظمؓ
ندارد آں سفینہ خوف طوفاں ۞ کہ دارد ناخدائے غوث الاعظمؓ
کنم من عاجز و مسکیں بصد شوق ۞ دل و جانم فدائے غوث الاعظمؓ
کنی حل مشکلم زاں کہ ندارم ۞ دگر حاجت روائے غوث الاعظمؓ

قضا ہم باز گشتہ است آیتؔ
بہ فیض یک دعائے غوث الاعظمؓ

٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭

غزل

● جناب ڈاکٹر سید شاہ شمیم احمد گوہر مصباحی—— سجادہ نشیں خانقاہ حلیمیہ ابوالعلائیہ چک اللہ آباد

راحت جاں کا ذکر کیا میں ہوں ہر آشیاں سے دور ۞ دشت جنوں نے کر دیا مجھ کو مرے مکاں سے دور
کیا جانے کون کس گھڑی رنج و الم میں گھیر لے ۞ رہتا نہیں وہ ایک پل حوصلۂ جواں سے دور
کس کس کو دیکھوں میں یہاں حرص و ہوس کی آگ میں ۞ ہوتی اگر کوئی زمیں جاتا میں اس جہاں سے دور
ظرف و ضمیر کی یہاں ہوتی ہیں آزمائشیں ۞ تم ہو مرے عدو کے پاس میں ہوں کہ مہرباں سے دور
ایسا بھی رابطہ ہے کیا جس سے ملیں نہ راحتیں ۞ میں نے بنایا ہے مکاں لیکن ترے مکاں سے دور
لقمۂ تر کھلا کے وہ تشہیر چاہتا ہے خوب ۞ مہمان سارے ہو گئے احسان میزباں سے دور
فتح و ظفر کی نعمتیں پاؤں کے آبلوں میں ہیں ۞ آؤ کہیں نکل چلیں گلشن و آشیاں سے دور
تم کو تلاش سیم و زر، تم ہو رہِ طلب میں گم ۞ جاؤں یہاں سے میں کہاں شیخ کے آستاں سے دور

آفت ناگہانی سے کس کو نجات ہے شمیمؔ
کیسے کوئی یہاں رہے درد و غم نہاں سے دور

****

غزل

● مولانا وارث ریاضی صاحب —— کاشانۂ ادب، سکٹا دیوراج، بسوریا، مغربی چمپارن

شاعری ہے دل نشیں افکار کی عکس جمیل ۞ شاعری الفاظ کی موزونیت کی ہے دلیل
شاعری ہے حکمت و فکر و نظر کی ترجماں ۞ شاعری کا علم ہے، اک تحفۂ رب جلیل
شاعری اظہار فکر و فن کی ہے عکس حسیں ۞ شاعری سے پھوٹتی ہے آگہی کی سلسبیل
شاعری مہر و وفا کا درس دیتی ہے ہمیں ۞ شعر دکھلاتا ہے انساں کو اخوت کی سبیل
شاعری ہے عشق کی وارفتگی کی راز داں ۞ حسن کے ہاتھوں میں ہوتی ہے مگر اس کی نکیل
شاعری انساں کو دکھلاتی ہے راہ احترام ۞ شاعری کے فیض سے انسان بنتا ہے نبیل
جلوتوں کی بھیڑ میں بھی شعر کہہ لیتے ہیں لوگ ۞ چاہیے شاعر کو لیکن خلوت ظل ظلیل
شاعری کے فیض سے قائم ہے عزم و حوصلہ ۞ شاعری مرد مجاہد کے لئے بانگِ رحیل
شاعری کے دم سے ہے روشن، یہ بزم کائنات ۞ شاعری کے کارنامے ہیں زمانے میں طویل

شاعری سے غالب و اقبال کو عظمت ملی
مجھ کو لیکن شاعری نے کر دیا وارثؔ ذلیل

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

کوائف وحالات

● ادارہ

راز ونیاز بلبل وگل ہم سے پوچھئے ❖ نرگس کی آنکھ بن کے رہے ہیں چمن میں ہم

کچھ اپنی..................کچھ دوسروں کی

حضرت مولانا شاہ علی ارشد شرفیؒ کی رحلت:

خانقاہ بلخیہ فردوسیہ بہار شریف کے سجادہ نشیں حضرت مولانا سید شاہ علی ارشد شرفی کی وفات ۱۰؍جون ۲۰۲۵ء مطابق ۱۳؍ذی الحجہ ۱۴۴۶ھ کو ہوئی۔ وہ حکیم شاہ قسیم الدین فردوسیؒ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ حکیم صاحبؒ اور ان کے برادر محترم حضرت شاہ نعیم الدین فردوسیؒ نے مکتوبات صدی و مکتوبات دوصدی اور حضرت مخدوم جہاںؒ کی متعدد کتابوں کی تحقیق کی نمایاں خدمت انجام دی ہے۔

مولانا علی ارشد شرفی تصوف کے راز داں اور ایک بڑے محقق تھے۔ ان کی زندگی جہد وعمل سے عبارت تھی، بے انتہا سادہ و منکسر المزاج اور تقوی وتدین سے آراستہ تھے۔ اخلاص وللہیت کے پیکر تھے۔ انہوں نے حضرت مخدوم جہاں قدس سرہ کی روایات وتعلیمات کے وارث کی حیثیت سے خدمات انجام دیں، حضرت مخدوم جہاںؒ اور سلسلہ فردوسیہ کی فارسی کتابوں کی تحقیق وترجمہ اور جدید انداز میں اس کی اشاعت میں مستقل مصروف رہے۔ ضعیفی کے باوجود ان کا تحقیقی کام جاری رہا۔ ان کی تحقیق سے حضرت مخدوم جہاںؒ کی کافی کتابیں منظر عام پر آئیں۔ اللہ تعالی نے ان کو بڑی صلاحیتوں اور خوبیوں سے نوازا تھا۔ بڑے شائستہ اور دھیمے انداز میں گفتگو کرتے تھے۔ خانقاہ مجیبیہ اور یہاں کے بزرگوں سے غیر معمولی تعلق تھا، حضرت مولانا سید شاہ آیت اللہ قادری مدظلہ العالی زیب سجادہ خانقاہ مجیبیہ نے ان کی وفات کی اطلاع پا کر ان کے صاحبزادہ وجانشین جناب شاہ احمد غزالی صاحب کو تعزیتی مکتوب روانہ فرمایا۔ اللہ تعالی مولانا سید شاہ علی ارشد شرفی رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے اور ان کے صاحبزادے وجانشین جناب شاہ احمد غزالی بلخی اور دیگر پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

جناب سید بلال احمد قادری مرحوم کی اہلیہ کی وفات:

جناب سید بلال احمد قادری مرحوم جو حضرت مولانا شاہ محمد امان اللہ قادری قدس سرہ کے ہمشیر زادہ تھے اور مولانا سید محمد قادری بن حضرت مولانا شاہ عبید اللہ قادری المجہریؒ کے صاحبزادے تھے۔ ان کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہوگیا، وہ مشہور مصنف ومحقق جناب بشیر حسین

شاداںؔ فاروقی ؒ کی صاجزادی تھیں۔ کچھ عرصہ سے علیل تھیں۔انہوں نے پس ماندگان میں دوصاجزادے اور ایک صاجزادی کو چھوڑا۔ حضرت مولانا شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی زیب سجادہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور باغ مجیبی میں تدفین عمل میں آئی۔اللہ تعالی مرحومہ کی مغفرت فرمائے اوران کے پس ماندگان کوصبر جمیل عطافرمائے۔

ووٹرلسٹ پرنظرثانی(SIR):

بہار میں ہونے والے صوبائی انتخاب کے پیش نظرالیکشن کمیشن آف انڈیا نے جولائی ۲۰۲۵ء کے آخر میں یہ فرمان جاری کیا کہ بہار میں ووٹرلسٹ پر جامع نظرثانی کی جائے گی اور ایک مہینے میں اس کو مکمل کرلیا جائے گا،اس میں پہلے کے تیارشدہ الیکشن کارڈ، آدھار کارڈ وغیرہ کوغیر معتبر قرار دے دیا۔ برتھ سارٹیفکیٹ اور کچھ دیگر کاغذات کو معتبر مانا ہے۔اس کی بنیاد پر پورے بہار میں ووٹرلسٹ پرنظر ثانی کی گئی اور آخر میں الیکشن کمیشن نے اعلان کیا کہ بہار میں ۶۵۰۰۰۰ (پینسٹھ لاکھ) افراد کے نام کاٹ دیئے گئے ہیں۔اپوزیشن پارٹیوں نے اس کوایک سازش قرار دیا کہ یہ انتخاب میں برسر اقتدار پارٹی کو جتانے کی کوشش ہے،اقلیتوں اور مخالفین کے نام کاٹے جارہے ہیں، اس کے خلاف بہت ہنگامہ ہوا، پارلیامنٹ میں بھی احتجاج ہوامگر الیکشن کمیشن نے کسی کی بات نہیں مانی۔سپریم کورٹ تک معاملہ پہنچا، سپریم کورٹ نے بھی ہدایت دی مگر اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔آخر میں سپریم کورٹ نے آڈر دیا ہے کہ جن لوگوں کے نام کاٹے گئے ہیں الیکشن کمیشن ان کی تفصیل جاری کرے۔

اپوزیشن کاالزام ہے کہ الیکشن کمیشن مکمل طور سے برسر اقتدار پارٹی کے فائدہ کے لئے کام کررہا ہے۔وہ غیر جانبدار نہیں ہے۔ اپوزیشن نے الیکشن کمیشن سے کہا ہے کہ اس کی توجہ ووٹرلسٹ سے نام ہٹانے کے بجائے تصدیق کرکے نام شامل کرنے پر ہونی چاہئے۔ اس نے الزام لگایا ہے کہ نظرثانی کا مقصد ووٹرلسٹ کا صاف وشفاف بنانا نہیں ہے بلکہ جمہوریت کو تباہ کرنا ہے۔

ششماہی امتحان دارالعلوم مجیبیہ:

دارالعلوم مجیبیہ خانقاہ پھلواری شریف میں اس سال کا ششماہی امتحان نہایت حسن وخوبی اورنظام وانضباط کے ساتھ ۲ تا ۴ ربیع الاول کو منعقد ہوا۔

امتحانات کی تکمیل کے بعد دارالعلوم میں حسبِ روایت ۱۴ ربیع الاول تک تعطیل رہے گی۔ ۱۵ ربیع الاول کو دارالعلوم باضابطہ کھل جائے گا۔ان شاءاللہ

معمولات خانقاہ بماہ ربیع الاول:

۱۱و۱۲ ربیع الاول کوحسبِ دستورقدیم سیدالکائنات حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرس کی سب سے بڑی تقریب انجام پاتی ہے، جس میں ہندوستان کے تقریباً ہر صوبے کےلوگ شریک ہوتے ہیں۔

پہلی ربیع الاول سے دس ربیع الاول تک روزانہ دس روز صبح کی نماز کے بعد تلاوت کلام پاک اور ایصال ثواب۔

شب ۲؍ربیع الاول و روز ۲؍ربیع الاول کو قل و محفلِ سماع اور بعد نماز عصر محفلِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرس کا آغاز ہوتا ہے۔

۱۱؍ربیع الاول کو قبل از صبح صادق (آخر رات میں) 03:30 قل و فاتحہ اور اس کے بعد مجلس سماع، پھر اپنے وقت پر نماز فجر با جماعت پورے اجتماعی نظم وضبط کے ساتھ۔ نماز کے بعد مجلس سماع گیارہ بجے دن تک۔

۱۱؍ربیع الاول بعد نماز مغرب آستانہ سیدنا تاج العارفین رضی اللہ عنہ میں صاحب سجادہ کی حسب معمول قدیم حاضری و چادر پوشی برمزار مبارک سیدنا حضرت تاج العارفین، دعائے خاص کا اہتمام، بعد نماز عشاء عرس نبوی و مراسم عید میلاد النبی ﷺ کا آغاز، محفلِ نعت و مدح و میلاد خوانی بعدہٗ پورے اجتماعی و مہتم بالشان انداز میں بارگاہِ رسول ذوالمنن ﷺ میں صلوٰۃ وسلام۔

۱۲؍ربیع الاول کو قبل از صبح صادق (آخر رات میں) 03:30 قل و فاتحہ اور اس کے بعد مجلس سماع نماز فجر سے پہلے تک، پھر نماز فجر اپنے آداب و شرائط اور جماعت کے ساتھ۔ نماز کے بعد مجلس سماع بارہ بجے دن تک، بعدہٗ بڑا اور آخری قل و فاتحہ۔

۱۲؍ربیع الاول کو نماز جمعہ 02:30 بعدہٗ موئے مبارک نبی کریم ﷺ کی زیارت، تقریباً ڈیڑھ گھنٹے۔ آثار شریف کی زیارت ختم ہونے کے بعد نماز عصر اور بعد نماز مجلس سماع مغرب سے پہلے تک—(اختتامی مجلس)

۱۲؍ربیع الاول کی صبح کو ۷؍بجے سے ۱۰؍بجے تک خانقاہ کے زنانہ مکان میں مستورات کے لئے قدیم معمولات کے مطابق آثار شریف کی زیارت کا نظم کیا جاتا ہے۔

عرس و زیارت کی تمام تقریبات حضرت صاحب سجادۂ خانقاہ مدظلہ العالی کی شرکت، نگرانی اور سرپرستی میں انجام پاتی ہیں۔

یہ معمولات و مراسم، بانی خانقاہ مجیبیہ حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ پیر محمد مجیب اللہ قادری قدس سرہٗ کے عہد پاک سے ہیں۔

۱۳؍ربیع الاول عرس شیخ المشائخ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی قدس سرہٗ—۱۳؍دن گزار کر شب ۱۴؍کو قل و مجلس سماع ہوتی ہے۔

۲۷؍ربیع الاول عرس حضرت مصباح الطالبین مولانا سید شاہ علی حبیب نصر قادری پھلواروی قدس سرہٗ العزیز—۲۶؍دن گزار کر شب ۲۷؍و روز ۲۷؍کو قل و مجلس ہوتی ہے۔

معمولات خانقاہ بماہ ربیع الثانی :

۷؍ربیع الثانی عرس حضرت مولوی معنوی سید شاہ محمد ابوتراب آشنا قادری پھلواروی قدس سرہ—۶؍دن گزار کر شب ۷؍کو ایک ہی وقت قل و مجلس ہوتی ہے۔

۱۱؍ربیع الثانی عرس حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی قطب ربانی سید محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ—۱۱؍کی شب میں اور ۱۱؍کے دن میں قل و مجلس سماع کا اہتمام ہوتا ہے اور بعد نماز ظہر زیارت موئے مبارک نبی کریم ﷺ ہوتی ہے، بعد زیارت موئے مبارک

حضرت صاحب المقام الاویسیۃ النبویہ مولانا سید شاہ محمد وارث رسولنما قادری بنارسی قدس سرہٗ کا قل و فاتحہ اور مجلس کا اہتمام ہوتا ہے۔

خانقاہ مجیبیہ کے زیر اہتمام آستانہ حضرت وارث رسولنما بنارس میں ۱۳؍ربیع الثانی سے ۱۶؍ربیع الثانی تک عرس کا سلسلہ رہتا ہے۔

۲۶؍ربیع الثانی عرس حضرت مولوی معنوی سید شاہ محمد نور العین قادری پھلواروی قدس سرہ—— ۲۵؍دن گزار کر شب ۲۶؍کو ایک وقت قل و مجلس ہوتی ہے، چند سال سے اسی قل کے ساتھ حضرت شاہ محمد مخدوم قدس سرہ کا بھی قل ہوتا ہے۔

معمولات خانقاہ بماہ جمادی الاولیٰ :

۲۹؍جمادی الاولیٰ، اعراس حضرت محی الملۃ والدین امیر شریعت مولانا الحاج سید شاہ محمد محی الدین قادری پھلواروی قدس سرہٗ، حضرت امان المستجیرین عارف باللہ مولانا سید شاہ محمد امان اللہ قادری پھلواروی قدس سرہ و حضرت رضوان من اللہ رب العالمین عارف باللہ مولانا الحاج سید شاہ محمد رضوان اللہ قادری پھلواروی قدس سرہٗ، ۲۸؍دن گزار کر شب ۲۹؍و روز ۲۹؍کو قل و مجلس سماع ہوتی ہے۔

۲۹؍جمادی الاولیٰ اعراس حضرت شمس العارفین امیر شریعت مولانا سید شاہ محمد قمر الدین قادری پھلواروی قدس سرہٗ و حضرت استاذ العلماء امام المتقین مولانا سید شاہ محمد نظام الدین قادری پھلواروی قدس سرہٗ ۲۹؍کو بعد نماز عشاء قل و مجلس سماع ہوتی ہے۔

❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋❋

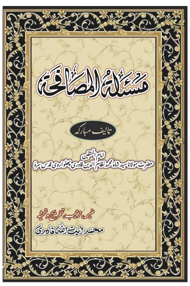

مسئلۃ المصافحہ

تالیف مبارکہ : امام المتقین حضرت مولانا سید شاہ محمد نظام الدین قادری قدس سرہٗ

ضمیمہ، ترتیب، تخریج و تحشیہ

جناب حضور مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی—— زیب سجادہ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ

امام المتقین حضرت مولانا سید شاہ محمد نظام الدین قادری کی ایک مختصر مگر نہایت جامع اور مدلل تصنیف ہے، جس میں مصافحہ کے احکام پر علمی و تحقیقی انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس پر جناب حضور مدظلہ العالی نے تحشیہ و تخریج کے علاوہ ایک ضمیمہ کا اضافہ بھی کیا ہے جس میں دست بوسی اور قدم بوسی پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ اس میں حدیث و فقہ کے مستند حوالوں سے واضح کیا گیا ہے کہ بزرگانِ دین کی دست بوسی اور قدم بوسی جائز و درست اور باعثِ ثواب ہے۔ یہ رسالہ نہ صرف ایک علمی کاوش ہے بلکہ عقیدت مندی اور دینی رہنمائی کا قیمتی سرمایہ بھی ہے۔

یہ تصنیف لطیف ۹۶؍صفحات پر مشتمل ہے، کاغذ عمدہ و قیمتی، ڈیزائن خوبصورت اور طباعت دیدہ زیب و پرکشش ہے۔

خواہش مند حضرات ایک سوستر (-/170) روپے میں دار الاشاعت خانقاہ مجیبیہ سے حاصل کر کے استفادہ کر سکتے ہیں۔

رابطہ نمبر : +91-9942000618, 612-3181835

سہ ماہی مجلہ المجیب کی خصوصی اشاعت

حضرت رسول نما بنارسی نمبر

حسب ارشاد سرپرست مجلہ، زیب سجادۂ مجیبی

جناب حضور مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی

....

صاحب النسبۃ الاویسیۃ سیدنا و مولانا سید محمد وارث رسول نما بنارسی قدس سرہ العزیز استاذ گرامی و مرشد اعظم سیدنا تاج العارفین قدس سرہ کے حالات و کمالات و خدمات پر مشتمل ایک خصوصی اشاعت بہ عنوان "حضرت رسول نما بنارسیؒ نمبر" زیر ترتیب ہے۔ جس میں عرس حضرت رسول نماؒ کی صد سالہ تقریب منعقدہ: ۱۵/ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ مطابق ۲۶/نومبر ۱۹۸۸ء بمقام آستانہ بنارس میں پڑھے گئے مقالات اور موضوع کے تحت دیگر مضامین شامل ہوں گے۔

ان شاء اللہ سہ ماہی المجیب کا آئندہ شمارہ حضرت مولانا رسول نما قدس سرہ کی بارگاہ اقدس میں خراج عقیدت کے طور پر شائع کیا جائے گا۔

ISSN 2320-8600 The **ALMUJEEB** Quarterly

Vol.No.:65 | July, August & September 2025 | Sl.No.:03

The only most widely circulated Urdu Quarterly of Bihar

Darul Esha'at Khanquah Mujeebia, Phulwari Sharif, Patna - 801505 Bihar (INDIA)

Cell : +91-9942000618, 0612-3181835, E-mail : almujeebquarterly@gmail.com, http://khanquahmujeebia.org

Edited by **Dr. Shah Fatahullah Quadri**; published by **Syed Mohammad Minhajuddin Quadri** on behalf of ; **Darul Esha'at**, A Unit of **Mujeebia Educational & Welfare Trust**, Khanquah Mujeebia, Phulwari Sharif, Patna - 801505, Bihar (India); and printed at Pakiza Offset Press, Dargah Road, Patna - 800006